فہرست

شذرات	ہماری تعلیم	جاوید احمد غامدی	۲
قرآنیات	آل عمران (۳: ۵۴ ـ ۵۷)	جاوید احمد غامدی	۹
معارف نبوی	بووالی سبزیاں کھا کر مجالس میں آنا	معز امجد	۱۳
	وفد عبدالقیس	طالب محسن	۱۸
	نماز کے اوقات ـــــ حدیث ۶	ساجد حمید	۳۰
دین ودانش	اخلاقیات (۲)	جاوید احمد غامدی	۳۷
	اسلام اور مصوری ـــــ جاوید احمد غامدی کا نقطۂ نظر (۲)	منظور الحسن	۴۰
نقطۂ نظر	صبر کیا ہے، اسے کیسے حاصل کریں؟ (۴)	ساجد حمید	۵۵
حالات ووقائع	ہم ویلنٹائن ڈے پر کیا کرتے ہیں؟	ریحان احمد یوسفی	۶۳
	میکروویژن (MACROVISION)	محمد بلال	۶۶

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

جاوید احمد غامدی

ہماری تعلیم

[۱]

اس ملک کا تعلیمی نظام دو بڑے حصوں میں بٹا ہوا ہے: ایک دینی مدارس، دوسرے دنیوی تعلیم کی درس گاہیں۔ پہلے دینی مدارس کو لیجیے۔ ان کی سب سے بڑی خرابی یہ ہے کہ یہ تقلید کے اصول پر قائم ہوئے ہیں۔ ان میں یہ بات پہلے دن سے طے کر دی جاتی ہے کہ حنفی ہمیشہ حنفی رہے گا اور اہل حدیث کو ہر حال میں اہل حدیث ہی رہنا ہے۔ اپنے دائرے سے باہر کے اہل علم کی کسی تحقیق اور رائے کے بارے میں یہ تصور بھی ان کے ہاں ممنوعات میں سے ہے کہ وہ صحیح ہو سکتی ہے۔ مذہب ابوحنیفہ کا کوئی پیرو ائمۂ محدثین کے کسی مسلک کو، اور ائمۂ محدثین کے طریقے پر عمل کرنے والا کوئی شخص مذہب ابوحنیفہ کے کسی نقطۂ نظر کو کبھی ترجیح دینے کے لیے تیار نہیں ہوتا۔ ہر جماعت مصر ہے کہ اس کا مذہب ہر اعتبار سے اوفق بالقرآن والسنہ ہے اور اس پر اب کسی نظر ثانی کی ضرورت نہیں ہے۔ کوئی شخص ان مدارس میں یہ ماننے کے لیے تیار نہیں ہوتا کہ اس کے اکابر کی کوئی رائے اور تحقیق بھی کسی مسئلے کے بارے میں غلط ہو سکتی ہے۔

اس اصول پر ان مدارس سے پڑھ کر نکلنے والوں کی ''استقامت'' سے جو بگاڑ ہمارے معاشرے میں پیدا ہوا ہے، وہ کسی صاحب نظر سے چھپا ہوا نہیں ہے۔ ہم صبح و شام دیکھتے ہیں کہ فرقہ بندی کا ناسور اس ملت کے جسم میں جاری اور اختلاف ہمیشہ اتفاق پر بھاری رہتا ہے۔ منبر ہمہ وقت غضب سے کانپتا اور محراب ہمیشہ ترش ابرو ہوتی ہے۔ مسجدوں کے حدود ملکوں کی سرحدیں بن گئے ہیں اور ان میں رہنے والے ایک دوسرے سے کوئی تعلق قائم کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ فقہی تعصّبات دین کی عصبیت پر غالب آ گئے ہیں اور یہ لوگ ان کی حفاظت کے لیے اب بغیر کسی تردد کے

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

ہر باطل کا ساتھ دینے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں۔ فقہ اسلامی کی تدوین اور اس ملک میں اس کے نفاذ کی ہر کوشش بالعموم انھی تعصّبات کی بھینٹ چڑھ جاتی ہے۔ اس طرح کے مواقع پر یہی محسوس ہوتا ہے کہ یہ محض مکاتب فکر نہیں، اقوام وملل ہیں جو اپنے اپنے مفادات کی حمایت میں ایک دوسرے سے دست و گریباں ہوگئی ہیں۔ یہ بگاڑ، ہر شخص دیکھ سکتا ہے کہ اس زمانے میں جب نفاذِ دین کی باتیں کچھ زیادہ ہونے لگی ہیں، بہت نمایاں ہو گیا ہے۔

ان میں سے جو کچھ وسعت نظر کے مدعی ہیں، ان کا حال بھی یہ ہے کہ اگر شخص واحد کی تقلید پر اصرار نہیں کرتے تو اس بات پر بہرحال مصر ہیں کہ قرآن وسنت پر براہ راست غور وتدبر کا دروازہ چوتھی صدی ہجری کے بعد بند ہو چکا ہے۔ ان کے نزدیک اب قیامت تک کسی شخص کو اسے کھولنے کی جسارت نہیں کرنی چاہیے۔ علم ان کی رائے میں جمع اقوال کا نام ہے اور تحقیق یہ اسے ہی کہتے ہیں کہ کسی مدعا کو ثابت کرنے کے لیے اگلوں میں سے دس بیس کی آرا بطور حوالہ نقل کر دی جائیں۔ کسی آیت کی تاویل اور کسی حدیث کی شرح میں کوئی نئی تحقیق، اگر کوئی شخص پیش کر دے تو اسے مردود قرار دینے میں یہ لمحے بھر کا توقف بھی گوارا نہیں کرتے۔ بڑی سے بڑی غلطی پر بھی یہ محض اس وجہ سے مصر ہو جاتے ہیں کہ پہلوں میں سے کسی کو اس سے اختلاف نہیں رہا۔ یہ چیز ان کے ہاں کوئی معمولی اہمیت نہیں رکھتی، یہ اسے ایمان وعقیدہ کے طور پر اختیار کیے ہوئے ہیں۔

اپنے اس نقطۂ نظر کے جو دلائل یہ حضرات بالعموم پیش فرماتے ہیں، وہ عقل ونقل، دونوں کی رو سے بالکل بے بنیاد ہیں۔ ان میں سے ہر شخص اس حقیقت سے واقف ہے کہ اس دین کا سب سے پہلا ماخذ قرآن مجید ہے۔ قرآن کے بارے میں یہ بات محتاج بیان نہیں کہ یہ جس طرح اگلوں کے پاس تھا، بالکل اسی صورت میں ہمارے پاس بھی موجود ہے۔ اس کے کسی حرف اور کسی شوشے میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی۔ اس کی زبان عربی مبین ہے۔ اس کے الفاظ واسالیب کے معنی کی تحقیق کے لیے تمام ضروری مواد اس زمانے میں بھی اسی طرح میسر ہے، جس طرح اس امت کے پہلے دور میں تھا۔ قرآن مجید کے بعد دوسرا ماخذ حدیث وسنت ہے۔ اس کا بیشتر حصہ تواتر عملی کے ذریعے سے ہمیں ملا ہے۔ باقی جو کچھ اخبار آحاد کی صورت میں تھا، اس میں جتنا کچھ ہمارے اسلاف نے قابل اعتماد پایا، وہ سب انھوں نے ہمیں منتقل کر دیا ہے۔ اس میں سے کوئی چیز بھی انھوں نے چھپا کر نہیں رکھی۔ جو کچھ انھوں نے چھوڑا اور جو کچھ اختیار کیا ہے، اس کے وجوہ بھی انھوں نے بیان کر دیے ہیں۔ دین میں یہی دو چیزیں اصل حجت ہیں اور یہ دونوں اس زمانے میں اسی طرح ہمارے پاس موجود ہیں، جس طرح اگلوں کے پاس تھیں۔

چنانچہ اس بنیاد پر کوئی محکم دلیل اس نقطۂ نظر کے حق میں قائم نہیں کی جا سکتی۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

اس کے بعد دو باتیں کہی جا سکتی ہیں: ایک یہ کہ دین پر عمل کے لحاظ سے جو مقام اگلوں کو حاصل تھا، وہ اس زمانے کے لوگوں کو حاصل نہیں ہو سکتا۔ دوسری یہ کہ فہم و ذکا کے اعتبار سے جو درجہ ان کا تھا، اس تک اب کسی کے لیے پہنچنا ممکن نہیں رہا۔

ان میں سے آخری بات محض ادعا ہوگی جس کے لیے کوئی ثبوت نہ قرآن و حدیث میں موجود ہے، نہ علم و تجربہ سے اس کی تصدیق ہوتی ہے۔ رہی پہلی بات تو وہ قرآن مجید کی نص کے خلاف ہے۔ قرآن نے بالصراحت فرمایا ہے کہ عملی لحاظ سے دین میں سب سے اونچا درجہ 'السابقون' کا ہے اور یہ جس طرح اگلوں میں تھے، اس طرح پچھلوں میں بھی ہوں گے۔ سورۂ واقعہ میں ہے:

وَالسَّابِقُوْنَ السَّابِقُوْنَ، اُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ، فِیْ جَنّٰتِ النَّعِیْمِ، ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِیْنَ، وَقَلِیْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِیْنَ۔ (۵۶: ۱۰-۱۴)

''اور سبقت کرنے والے تو پھر سبقت کرنے والے ہی ہیں۔ وہی تو مقرب ہوں گے، نعمت کے باغوں میں۔ اگلوں میں سے زیادہ اور پچھلوں میں سے کم۔''

اس کے علاوہ اس نقطۂ نظر کے مؤیدین جو کچھ کہتے ہیں، وہ محض جذبات کی شاعری ہے۔ علم و استدلال کی دنیا میں اس کے لیے کوئی گنجایش نہیں ہے۔

دوسری بڑی خرابی ان مدارس کے نظام میں یہ ہے کہ یہ اگرچہ دینی مدارس ہیں، لیکن دین میں جو حیثیت قرآن مجید کو حاصل ہے، وہ ان میں اسے کبھی حاصل نہیں ہو سکی۔ دین میں وہ اس زمین پر اللہ کی اتاری ہوئی میزان اور حق و باطل کے لیے فرقان ہے۔ اس کی اس حیثیت کا ناگزیر تقاضا تھا کہ ان مدارس کے نصاب میں محور و مرکز کا مقام اسے ہی حاصل ہوتا۔ تدریس کی ابتدا اس سے کی جاتی اور اس کی انتہا بھی وہی قرار پاتا۔ علم و فن کی ہر وادی میں طلبہ اسے ہاتھ میں لے کر نکلتے اور ہر منزل اس کی رہنمائی میں طے کی جاتی۔ جو کچھ پڑھایا جاتا، اسی کو سمجھنے اور اسی کے مدعا کو پانے کے لیے پڑھایا جاتا۔ نحو و ادب، فلسفہ و کلام اور فقہ و حدیث کے لیے اسے معیار مانا جاتا اور ہر چیز کے رد و قبول کا فیصلہ اس کی آیات بینات کی روشنی میں ہوتا۔ ایمان و عقیدہ کی ہر بحث اس سے شروع ہوتی اور اسی پر ختم کر دی جاتی۔ طلبہ اس کے ہر لفظ پر مراقبہ کرتے اور اس کی ہر آیت پر ڈیرے ڈالتے۔ انھیں بتایا جاتا کہ بوحنیفہ و شافعی، بخاری و مسلم، اشعری و ماتریدی اور جنید و شبلی، سب پر اس کی حکومت قائم ہے اور اس کے خلاف ان میں سے کسی کی کوئی چیز بھی قبول نہیں کی جا سکتی۔

دین میں قرآن مجید کی حیثیت یہی ہے اور یہی حیثیت اسے ان مدارس کے نظام میں حاصل ہونی چاہیے تھی، لیکن

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

ہر صاحب علم اس حقیقت سے واقف ہے کہ پہلے مرحلے میں ان مدارس کے طلبہ محض حفظ و قرأت کے لیے اس کی طرف رجوع کرتے ہیں اور آخری مرحلے میں جلالین و بیضاوی کے صفحات میں اس کی کچھ زیارت کر لیتے ہیں، اس سے زیادہ کوئی مقام ان مدارس میں اسے کبھی نہیں دیا گیا۔

قرآن مجید کے معاملے میں اس رویے کا نتیجہ یہ ہے کہ فکر و عمل کے لیے کوئی چیز اب حکم نہیں رہی اور علم اختلافات کی بھول بھلیاں میں سرگرداں ہے۔ وہ منابع جہاں سے ہمیں روشنی مل سکتی تھی، خود تیرہ و تار ہیں اور ہمارے مدرس و ملا اور اس کتاب منیر میں بالعموم وہی تعلق قائم ہے جس کے بارے میں اقبال نے اپنا الف و نشتر ترتیب دیا تھا کہ:

مکتب و ملا و اسرار کتاب
کور مادر زاد و نور آفتاب

ان مدارس کے نظام میں تیسری بڑی خرابی یہ ہے کہ ان کا نصاب نہایت فرسودہ اور ہماری علمی اور دینی ضرورتوں کے لیے بالکل بے حاصل ہے۔ یہ نصاب، جیسا کہ عام خیال ہے، ملا نظام الدین نے ترتیب دیا یا پھلواری شریف کے سجادہ نشین شاہ سلیمان کی رائے کے مطابق اس کا بیج ابتدا میں ملا فتح اللہ شیرازی نے بکھیرا اور یہ خودرو پودوں کی طرح آپ سے آپ اس صورت میں نمودار ہو گیا، بہر حال ہمارے اس دور کی پیداوار ہے، جب علم کے اصل ماخذوں سے ہم بے تعلق ہو چکے تھے۔ قرآن مجید کو جو مقام اس نصاب میں دیا گیا ہے، وہ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں۔ حدیث اگرچہ شامل نصاب ہے، لیکن اس کے لیے دورہ کا جو طریقہ اختیار کیا گیا ہے، اس سے تدبر حدیث کا کوئی ذوق پڑھنے اور پڑھانے والوں میں کبھی پیدا نہیں ہو سکتا۔ جاہلی ادب کی اہمیت اس نصاب میں کبھی مانی نہیں گئی۔ چنانچہ قرآنِ مجید کی زبان اور اس کے اسالیب کی ندرتوں سے اس کے طلبہ کم ہی کبھی واقف ہوئے ہیں۔ نحو و بلاغت کی جو کتابیں اس میں شامل ہیں، ان میں چونکہ منطق زیادہ اور نطق کی رعایت بہت کم ملحوظ رکھی گئی ہے، اس وجہ سے ان فنون کے اعلیٰ مباحث کو سمجھنے کا ذوق اگر طالب علم میں ہو بھی تو ان کتابوں کے پڑھنے کے بعد باقی نہیں رہتا۔ منطق و فلسفہ اور علم کلام کے لیے جو کچھ اس نصاب میں رکھا گیا ہے، اس کا ضرر اس کی منفعت سے زیادہ ہے۔ فقہ احناف ہی کی پڑھائی جاتی ہے، فقہ اسلامی کی تدریس کا کوئی تصور اس کے بنانے والوں کے ذہن میں کبھی نہیں رہا۔ اصول کا فن ہم مسلمانوں کے لیے مایۂ افتخار ہے، لیکن اس کے لیے بھی کوئی ایسی کتاب اس میں شامل نہیں کی گئی جو اجتہادی بصیرت پیدا کرنے والی ہو۔ دو صدیاں اس نصاب پر گزر گئیں، لیکن دنیوی علوم میں بھی یہ کسی ترقی کو قبول

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

کرنے کے لیے کبھی تیار نہیں ہوا۔ فلسفہ، نفسیات، علم الاقتصاد، علم الافلاک، طبیعیات، علم السیاسہ اور اس طرح کے دوسرے فنون میں جو تحقیقات اس دوران میں ہوئی ہیں، وہ ابھی تک اس میں بار نہیں پا سکیں۔ اسے حسن عقیدت ہی کا کرشمہ سمجھنا چاہیے کہ صدرا و میبذی[1] کو بھی اس میں حیات ابدی حاصل ہو گئی ہے۔ ہمارے بزرگ اسے اس قدر مقدس سمجھتے ہیں کہ اس کی ان کتابوں میں بھی کوئی تبدیلی اُن کے نزدیک جائز نہیں ہے۔ نئے علوم دنیا پر حکومت کر رہے ہیں، لیکن اس نصاب کے پڑھنے والے ابھی تک ان کے وجود پر بھی مطلع نہیں ہوئے۔ دنیا نے ان دو صدیوں میں بہت کچھ مانا اور ماننے کے بعد پھر انکار کر دیا، لیکن یہ نہ اس ماننے سے واقف ہوئے اور نہ اس انکار کی کوئی خبر انھیں ابھی تک پہنچی ہے۔

[۲]

اس کے بعد اب عام دنیوی تعلیم کی درس گاہوں کو لیجیے۔ یہ جس نظام پر قائم ہیں، اس کی تعمیر میں ابتدا ہی سے خرابی کی بہت سی صورتیں مضمر رہی ہیں۔ اس کی بنیاد برصغیر کے برطانوی حکمرانوں نے رکھی تھی۔ انھیں یہاں سے گئے ہوئے اب پینتالیس سال ہونے کو ہیں، لیکن ہم اس کی اصلاح تو کیا کرتے، حقیقت یہ ہے کہ اس ملک میں ہر نئی صبح غلامی کی اس میراث کے ساتھ ہماری محبت میں اضافے کا پیغام لے کر طلوع ہوئی ہے۔ چنانچہ یہ نظام اُن ساری خرابیوں کے ساتھ جو اس کی پیدایش کے وقت سے اسے لاحق ہیں، ابھی تک ہم پر مسلط ہے۔

اس نظام کا بنیادی مسئلہ یہ ہے کہ اپنی حقیقت کے اعتبار سے یہ ایک لادینی نظام ہے۔ اس کی بنا اس اصول پر رکھی گئی ہے کہ اس عالم کا عقدہ کسی مابعدالطبیعیاتی اساس کے بغیر بھی کھل سکتا اور انسان کا مسئلہ خود اس کے بنانے والے کی رہنمائی کے بغیر بھی حل ہو سکتا ہے۔ یہی اصول ہے جس پر مغرب میں فلسفہ، سائنس، عمرانیات اور دوسرے علوم و فنون کا ارتقا ان پچھلی دو صدیوں میں ہوا ہے اور جسے ابھی تک مغربی فکر میں اصل اصول کی حیثیت حاصل ہے۔ اس میں شبہ نہیں کہ مغرب میں سب اہل فکر خدا کے منکر نہیں ہو گئے، لیکن اس کے ساتھ یہ بھی حقیقت ہے کہ ان کی فکر کا بنیادی مقدمہ اس انکار ہی پر استوار ہوا ہے۔ چنانچہ ان علوم کی تدریس کے لیے جو نصاب ان درس گاہوں میں رائج ہے، اس میں یہ کارخانۂ عالم بغیر کسی خالق کے وجود میں آتا اور بغیر کسی مدبر ہی کے چلتا نظر آتا ہے۔ انسان اس میں آپ ہی اپنی تقدیر بناتا اور آپ ہی اسے بگاڑتا ہے۔ قانون و سیاست اور معیشت و معاشرت کے سارے اصول اس

---

[1] درس نظامی میں فلسفہ کی دو کتابیں۔ یہ دراصل اس مضمون میں اثیر الدین ابہری کی کتاب ''ہدایۃ الحکمہ'' کی دو شرحیں ہیں جو اپنے لکھنے والوں ہی کے نام سے مشہور ہوئیں۔ ان میں اول الذکر ملا صدر الدین شیرازی اور مؤخر الذکر معین الدین میبذی کی تصنیف ہے۔

میں 'بغیر ھدی و لا کتاب منیر' وجود میں آتے اور دنیا انھی کی روشنی میں اپنے مسائل حل کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ انسان کی تاریخ اس میں انسان سے شروع ہوتی اور انسان ہی پر ختم ہو جاتی ہے۔ ذات خداوندی کے لیے اس میں نہ ابتدا میں کوئی جگہ ہے، نہ انتہا میں۔ اس سلسلۂ روز و شب کے بارے میں یہ بات اس نصاب کی روح میں سرایت کیے ہوئے ہے کہ وہی درحقیقت ابتدا، وہی انتہا اور وہی باطن و ظاہر ہے۔ چنانچہ اس کی تعلیم پانے والے بغیر کسی ترغیب و دعوت کے آپ سے آپ اس نقطۂ نظر کے حامل بن جاتے ہیں کہ زندگی خدا سے بے تعلق ہو کر بھی بسر کی جا سکتی ہے اور دنیا کا نظام اس کی رہنمائی سے بے نیاز ہو کر بھی چلایا جا سکتا ہے۔ دینیات کی تعلیم بے شک، اس میں لازم کر دی گئی ہے، لیکن کسی بنیادی تبدیلی کے بغیر اس عنایت کا نتیجہ اس کے سوا کچھ نہیں نکلا کہ یہ نصاب سراپا تضاد اور اس کے پڑھنے والوں کے دماغ دینی و دلا دینی کی رزم گاہ بن گئے ہیں۔ ببول کے درختوں پر انگور کی بیل چڑھانے اور حکایت بادہ و جام سنانے کے بعد زم زم کے فضائل بیان کرنے سے جو کچھ حاصل ہو سکتا ہے، وہی اس نصاب میں دینیات کا پیوند لگانے سے حاصل ہوا ہے۔ اس کی سب سے نمایاں مثال وہ لوگ ہیں جنھیں عام اصطلاح میں دانش ور کہا جاتا ہے۔ ان کی زبان اور ان کا قلم گواہی دیتا ہے کہ حق تو درحقیقت وہی ہے جسے ائمۂ مغرب حق قرار دیں، لیکن قرآن کی تعبیر بھی اگر اس 'حق' کے مطابق کر دی جائے تو اسے ایک مقدس مذہبی کتاب کی حیثیت سے قابل احترام قرار دیا جا سکتا ہے۔ ان کا وجود ایک مجموعۂ تضادات ہے۔ خدا کا وہ انکار نہیں کرتے، لیکن اس کی عبادت کے لیے روزہ و نماز کی پابندی پر اصرار بھی ان کی سمجھ میں نہیں آتا۔ آخرت کے وہ منکر نہیں ہیں، لیکن اس کے لیے دنیا کی کچھ لذتوں کو چھوڑنے کے لیے بھی ان کا دل آمادہ نہیں ہوتا۔ رسالت کو وہ مانتے ہیں، لیکن رسول کے احکام بھی انھیں اس دور میں قابل عمل نظر نہیں آتے۔ قرآن کی تلاوت سے وہ اپنی مجلسوں کی ابتدا کرتے ہیں، لیکن پادشاہ ارض و سما کے فرمان واجب الاذعان کی حیثیت سے اپنے دستور و قانون پر اسے بالاتر قرار دینا بھی انھیں گراں گزرتا ہے۔ ان کی ہستی ایک آئینہ ہے جس میں ہم اس پیوند کاری کے نتائج بچشم سر دیکھ سکتے اور ان سے عبرت حاصل کر سکتے ہیں۔ اس نظام تعلیم نے ان کا گلا گھونٹ دیا اور روح دین ان کے بدن سے نکال دی ہے۔ یہ بظاہر زندہ نظر آتے ہیں، لیکن حقیقت یہی ہے کہ:

مردہ ہیں، مانگ کے لائے ہیں فرنگی سے نفس

اس نظام کی اس لادینی فطرت نے صرف یہ ذہنی ارتداد ہی ہماری قوم کے کارفرما عناصر میں پیدا نہیں کیا، اس کے ساتھ انھیں اس سیرت و کردار سے بھی محروم کر دیا ہے جس کے بغیر کوئی قوم دنیا میں زندہ نہیں رہ سکتی۔ اس میں یہ

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

بات کبھی پیش نظر نہیں رہی کہ تعلیمی ادارے صرف کتابیں پڑھا دینے کے لیے قائم نہیں کیے جاتے، ان کا ایک بڑا مقصد کسی قوم کے بنیادی نظریے کے مطابق اس کی آیندہ نسلوں کی تربیت اخلاق اور تہذیب نفس بھی ہے۔ یہ مقصد، اسی صورت میں حاصل ہوسکتا تھا کہ دوسری تدبیروں کے ساتھ بالخصوص اساتذہ کے انتخاب میں یہ بات ہر حال میں ملحوظ رکھی جاتی کہ وہ صرف اپنے مضمون ہی کے ماہر نہ ہوں، اس کے ساتھ دین کے معاملے میں بالکل یک سو، اس کے احکام کے پیرو اور اس نے جن اخلاق عالیہ کی تعلیم دی ہے، اس کا بہترین نمونہ بھی ہوں۔ کسی قوم کی تہذیب اور اس کی اخلاقی تربیت کا کوئی طریقہ اس سے زیادہ موثر نہیں ہوسکتا۔ ماں کی آغوش کے بعد اس معاملے میں اہم ترین عامل استاد کی شخصیت ہی ہوتی ہے۔ وہ اگر کسی نظریے کو پوری سچائی کے ساتھ مانتا اور پوری دیانت داری کے ساتھ اس کے تقاضوں کے مطابق زندگی بسر کرنے کی کوشش کرتا ہو تو اس کے طلبہ یقیناً اس سے متاثر ہوتے ہیں۔ ہمارے اس نظام تعلیم میں اس چیز کو کبھی کوئی اہمیت نہیں دی گئی۔ چنانچہ یہ اسی کا نتیجہ ہے کہ عزیمت و استقامت، حوصلہ و مروت، نظم وضبط اور صبر وثبات جیسی اعلیٰ صفات اس قوم کے نوجوانوں میں اب ہم ڈھونڈے نہیں پاتے۔ امانت، دیانت، فرض شناسی، وفا شعاری اور ایثار وقربانی قصۂ ماضی ہیں۔ نظر کی عفت، طبیعت کا حسن، خیال کی بلندی، ضمیر کی پاکیزگی اور ذوق کی لطافت اب کم ہی کہیں نظر آتی ہے۔ بددیانت، بدکار، رشوت خور، خویش پرور اور ادنیٰ خواہشوں کے غلام نوجوان ہی اب ہماری پہچان ہیں۔ ہماری یہ نئی نسل اپنی قوم کے ماضی سے بے گانہ، حال سے بے پروا اور مستقبل سے بے تعلق ہے۔ اخلاقی اقدار آہستہ آہستہ دم توڑ رہی ہیں اور مادی مفادات ہی حیات و کائنات کی اصل حقیقت قرار پا رہے ہیں۔ یہی فیض ہے جو ہمارے نوجوانوں نے اس نظام تعلیم سے حاصل کیا ہے۔ اب ہم کھلی آنکھوں سے دیکھ سکتے ہیں کہ ہمارا یہ نظام تعلیم حقیقت میں:

ایک سازش ہے فقط دین ومروت کے خلاف

[۱۹۸۷ء]

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

جاوید احمد غامدی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آل عمران

(۱۳)

(گزشتہ سے پیوستہ)

وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ، وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ﴿۵۴﴾ اِذْ قَالَ اللّٰهُ: يٰعِيْسٰٓى، اِنِّىْ

(یہ ہوا) اور بنی اسرائیل نے (اُس کے خلاف) خفیہ تدبیریں کرنا شروع کیں[۱۰۷]، اور اللہ نے بھی

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

[۱۰۷] یہ تدبیریں کیا تھیں؟ استاذ امام امین احسن اصلاحی نے ان کی وضاحت اس طرح فرمائی ہے:

''ایک تو انھوں نے آپ پر اور آپ کے ساتھیوں پر اسلاف کی روایات توڑنے اور بزرگوں کی توہین وتحقیر کا الزام لگایا تاکہ عوام کے جذبات ان کے خلاف بھڑکائے جا سکیں۔

دوسرا جال انھوں نے یہ بچھایا کہ اپنے مخصوص آدمی بھیج بھیج کر ان سے ایسے سوالات کیے جن کے جوابوں سے ان کے خلاف کفر وارتداد کے فتوے کا مواد فراہم ہو سکے۔ یہ کام یہود کے فقیہوں اور فریسیوں نے بڑی سرگرمی سے انجام دیا اور سیدنا مسیح کی تمثیلوں اور تشبیہوں کے اندر سے انھوں نے اپنی دانست میں وہ مواد فراہم کر لیا جس کی بنیاد پر ان کے واجب القتل ہونے کا فتویٰ دیا جا سکے۔

تیسرا یہ کہ اس زمانے میں چونکہ ملک پر سیاسی اقتدار رومیوں کا تھا، اس وجہ سے ان کو بھڑکانے کے لیے مواد فراہم کرنے کی کوشش کی گئی۔ پہلے تو خراج کی ادائیگی سے متعلق سیدنا مسیح علیہ السلام سے سوالات کیے گئے جن سے یہ ثابت ہو سکے کہ یہ شخص لوگوں کو قیصر کو خراج دینے سے روکتا ہے۔ لیکن اس قسم کے سوالوں کے جواب سیدنا مسیح نے ایسے دندان شکن دیے کہ علماے یہود اپنا سا منہ لے کر رہ گئے۔ پھر انھوں نے یہ الزام لگایا کہ یہ شخص اسرائیل کا بادشاہ ہونے کا مدعی ہے۔ اس کے لیے حضرت مسیح کے بعض تمثیلی اقوال سے مواد حاصل کرنے اور اس کے ذریعہ سے رومی حکومت کو بھڑکانے کی کوشش کی گئی۔

مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَيَّ، وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا، وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ، ثُمَّ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيْمَا

(اِس کے جواب میں) خفیہ تدبیر کی اور ایسی تدبیروں میں اللہ سب سے بڑھ کر ہے[۱۰۸]۔ اُس وقت، جب اللہ نے کہا: اے عیسیٰ، میں نے فیصلہ کیا ہے کہ تجھے وفات دوں گا اور اپنی طرف اٹھا لوں گا[۱۰۹] اور (تیرے) اِن منکروں سے تجھے پاک کروں گا[۱۱۰] اور تیری پیروی کرنے والوں[۱۱۱] کو قیامت کے دن تک اِن

چوتھی تدبیر یہ کی گئی کہ سیدنا مسیح کے بارہ شاگردوں میں سے ایک شاگرد یہوداکو، جو منافق تھا، یہود نے رشوت دے کر اس بات پر راضی کر لیا کہ وہ آنحضرت کی مخبری کرے اور ان کو گرفتار کرائے۔'' (تدبر قرآن ۲/۱۰۲)

[۱۰۸] اس کی صورت غالباً یہ ہوئی کہ جس شخص نے کوہ زیتون کی خلوت گاہ میں مسیح علیہ السلام کی مخبری کی تھی، اس کی صورت انھی کی ہوگئی۔ چنانچہ یہود نے اسی کو صلیب دی اور اس کی توہین کرتے رہے۔ آپ کو ہاتھ لگانا بھی ان کے لیے ممکن نہیں ہوا۔

[۱۰۹] یعنی روح قبض کر کے تیرا جسم بھی اپنی طرف اٹھا لوں گا تاکہ یہ ظالم اس کی توہین نہ کر سکیں۔ مسیح علیہ السلام اللہ کے رسول تھے اور رسولوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا یہ قانون قرآن میں بیان ہوا ہے کہ اللہ ان کی حفاظت کرتا ہے اور جب تک ان کا مشن پورا نہ ہو جائے، ان کے دشمن ہرگز ان کو کوئی نقصان پہنچانے میں کامیاب نہیں ہوتے۔ اسی طرح ان کی توہین و تذلیل بھی اللہ تعالیٰ گوارا نہیں کرتے اور جو لوگ اس کے درپے ہوں، انھیں ایک خاص حد تک مہلت دینے کے بعد اپنے رسولوں کو لازماً ان کی دستبرد سے محفوظ کر دیتے ہیں۔

[۱۱۰] یعنی علم و عقل اور سیرت و کردار کی نجاست میں مبتلا ان لوگوں سے الگ کر کے تمھیں صالحین و ابرار کی اس دنیا میں لے جاؤں گا جو انھی کے لیے تیار کی گئی ہے۔

[۱۱۱] اس سے مراد سیدنا مسیح علیہ السلام کے عام متبعین اور نام لیوا ہیں جو پہلے نصاریٰ اور اب مسیحی کہلاتے ہیں۔ یہ موقع بشارت کا ہے جس کا تقاضا یہی ہے کہ اس میں وسعت ہو۔ پھر 'الذین اتبعوك' کے الفاظ یہاں 'الذین کفروا' کے مقابل میں آئے ہیں، لہٰذا ان سے مراد منتسبین مسیح ہی ہو سکتے ہیں نہ کہ وہ لوگ جو آپ کے سچے پیرو اور آپ کی ہدایت پر مخلصانہ عمل کرنے والے ہوں۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

كُنتُمُ فِيهِ تَخۡتَلِفُونَ ﴿٥٥﴾ فَاَمَّا الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا، فَاُعَذِّبُهُمۡ عَذَاباً شَدِيۡدًا فِي الدُّنۡيَا وَالۡاٰخِرَةِ، وَمَا لَهُمۡ مِّنۡ نّٰصِرِيۡنَ ﴿٥٦﴾ وَاَمَّا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ، فَيُوَفِّيۡهِمۡ اُجُوۡرَهُمۡ، وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيۡنَ ﴿٥٧﴾

منکروں پر غالب رکھوں گا۔[112] پھر تم سب کو بالآخر میرے پاس آنا ہے۔ سو اُس وقت میں تمھارے درمیان اُن چیزوں کا فیصلہ کروں گا جن میں تم اختلاف کرتے رہے ہو۔ پھر رہے یہ منکر تو اِن کو میں دنیا اور آخرت، دونوں میں سخت سزا دوں گا،[113] اور وہ کوئی مددگار نہ پائیں گے، اور (اِن میں سے) جو (اللہ پر) ایمان لائے اور جنھوں نے نیک عمل کیے تو اُن کو وہ اُن کا پورا اجر دے گا اور حقیقت یہ ہے کہ اِس طرح کے ظالموں کو اللہ ہرگز دوست نہیں رکھتا۔ ۵۴-۵۷

---

[۱۱۲] یہ بنی اسرائیل کے لیے خدائی دینونت کا ظہور ہے جسے گزشتہ دو ہزار سال سے ہر شخص بچشم سر دیکھ سکتا ہے۔ اس غیر معمولی طور پر حیرت انگیز پیشین گوئی کو دنیا کا کوئی تغیر، زمانے کی کوئی گردش اور وقت کی کوئی کروٹ کبھی ایک لمحے کے لیے بھی باطل نہیں کر سکی۔ خدا اور اس کی عدالت کا یہ ایسا صریح ثبوت ہے جو ہر وقت ہماری آنکھوں کے سامنے ہے۔ اس کے بعد وہ کیا چیز ہے جو قیامت کے بارے میں قرآن کی وعید کو جھٹلا سکتی ہے؟

[۱۱۳] رسولوں کے منکروں کے لیے اللہ کا قانون یہی ہے کہ ان کی طرف سے اتمام حجت کے بعد وہ اسی دنیا میں عذاب سے دوچار ہو جاتے ہیں۔ پھر بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ نے شہادت کے جس منصب پر فائز کیا ہے، اس کا تقاضا بھی یہی ہے کہ ان کے گناہوں کی سزا انھیں دنیا میں دی جائے۔ چنانچہ قیامت تک کے لیے وہ جس طرح نصاریٰ کے محکوم بنائے گئے ہیں اور ان پر جو دل ہلا دینے والی آفتیں وقتاً فوقتاً آتی رہی ہیں، وہ سب اسی قانون کے مطابق ہیں۔

[باقی]

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

معز امجد

بو والی سبزیاں کھا کر مجالس میں آنا

رُوی[1] أنه وجد النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم ریح ثوم فی المسجد[2] فقال: من أکل من هذه الشجرة[3] فلا یغشانا فی مسجدنا[4] یؤذینا بریح الثوم[5] حتی یذهب ریحها[6]، فإن الملائکة تأذی مما یتأذی منه[7] الإنس[8].

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (ایک مرتبہ) مسجد میں لہسن[1] کی بو محسوس کرتے ہوئے فرمایا: جو یہ سبزی کھائے، اسے چاہیے کہ جب تک اس کی بو ختم نہ ہو جائے، ہمیں اس سے تکلیف پہنچاتے ہوئے، وہ ہمارے پاس ہماری مسجد[2] میں نہ آئے، کیونکہ جو چیزیں انسانوں کے لیے تکلیف کا باعث ہیں، وہ فرشتوں کے لیے بھی تکلیف دہ ہیں[3]۔

ترجمے کے حواشی

۱۔ اس مضمون کی دوسری روایات سے یہ بات واضح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ ہدایت ایسی تمام سبزیوں سے متعلق ہے جن کے استعمال سے آدمی کے منہ سے بو آتی ہو۔

۲۔ یہاں یہ محسوس ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اصلاً لوگوں کو اس بات پر متنبہ کر رہے ہیں کہ مختلف مجالس میں دوسروں کے قریب جاتے ہوئے انھیں اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ ان کے منہ سے کسی نوعیت کی بو نہ آ رہی ہو، کیونکہ یہ چیز دوسروں کے لیے تکلیف کا باعث ہو سکتی ہے۔ اسلام سے پہلے عام طور پر عرب چونکہ آداب معاشرت کا اتنا خیال نہیں رکھتے تھے، اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں دین کی تعلیم کے ساتھ ساتھ آداب معاشرت سکھانے کا بھی اہتمام کیا۔

۳۔ اس جملے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ انسانوں اور فرشتوں کے حسیات اور محسوسات مختلف چیزوں کے بارے میں ایک جیسے ہیں، بلکہ یہاں بتانا یہ مقصود ہے کہ اگر کسی وجہ سے عبادت کے لیے جمع ہونے والے لوگوں کو کوئی اذیت پہنچتی ہے تو ان کی اس اذیت سے فرشتوں کو بھی تکلیف ہوتی ہے، چنانچہ انسانوں کو تکلیف دینے والی چیز فرشتوں کے لیے بھی تکلیف دہ بن جاتی ہے۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

متن کے حواشی

۱۔ اپنی اصل کے اعتبار سے یہ بخاری کی روایت، رقم ۸۱۶ ہے۔ بعض اختلافات کے ساتھ یہ حسب ذیل مقامات پر نقل ہوئی ہے:

بخاری، رقم ۸۱۵۔ مسلم، رقم ۵۶۳، ۵۶۴۔ موطا، رقم ۳۰۔ ترمذی، رقم ۱۸۰۶۔ ابن ماجہ، رقم ۱۰۱۶، ۱۰۱۵۔ ابوداؤد، رقم ۳۸۲۴۔ نسائی، رقم ۷۰۷۔ سنن الکبریٰ، رقم ۷۸۶، ۶۶۷۹۔ دارمی، رقم ۲۰۵۳۔ ابن خزیمہ، رقم ۱۶۶۱، ۱۶۶۲، ۱۶۶۳، ۱۶۶۴، ۱۶۶۵، ۱۶۶۸۔ بیہقی، رقم ۴۸۲۸، ۴۸۲۹، ۴۸۳۰، ۴۸۳۱، ۴۸۳۲، ۴۸۳۳، ۴۸۳۴۔ احمد بن حنبل، رقم ۴۶۱۹، ۴۷۱۵، ۷۵۷۳، ۷۵۹۹، ۹۵۴۰، ۱۲۹۶۰، ۱۵۰۵۶، ۱۵۱۱۱، ۱۵۱۹۸، ۱۵۳۳۴۔ ابویعلیٰ، رقم ۱۸۸۹، ۲۳۲۱، ۲۳۲۲، ۴۲۹۱، ۴۹۶۰، ۵۹۱۶، ۶۱۱۸۔ عبدالرزاق، رقم ۱۷۳۶۔ ابن ابی شیبہ، رقم ۱۶۶۹۔ ابن حبان، رقم ۱۶۳۴، ۱۶۴۴، ۱۶۴۵، ۱۶۴۶، ۲۰۸۶، ۲۰۸۸، ۲۰۸۹، ۲۰۹۰۔ حمیدی، رقم ۱۲۲۹۔

۲۔ ’وجد النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم ریح ثوم فی المسجد‘ (نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں لہسن کی بو محسوس کی) کے الفاظ احمد بن حنبل، رقم ۹۵۴۰ میں روایت ہوئے ہیں۔

۳۔ بعض روایات مثلاً احمد بن حنبل، رقم ۹۵۴۰ میں ’من أکل من ھذہ الشجرۃ‘ (جو اس پودے میں سے کھائے) کے بجائے ’من أکل من ھذہ الشجرۃ الخبیثۃ‘ (جو اس مکروہ پودے میں سے کھائے) کے الفاظ

روایت ہوئے ہیں، جبکہ بعض روایات مثلاً ابوداؤد، رقم ۳۸۲۴ میں 'من أكل من هذه البقلة الخبيثة' (جو اس مکروہ سبزی میں سے کھائے) کے الفاظ، احمد بن حنبل، رقم ۱۵۳۳۴ میں 'من أكل ثوما أو بصلا' (جو لہسن یا پیاز کھائے)، کے الفاظ، ابن حبان، رقم ۲۰۹۰ میں 'من أكل من هذه الشجرة المنتنة' (جو اس بودار پودے میں سے کھائے)، کے الفاظ اور حمیدی، رقم ۱۲۲۹ میں 'إذا أكلتم هذه الخضرة فلا تجالسونا في المجلس' (جب تم یہ سبزی کھاؤ تو ہماری مجالس میں نہ آؤ) کے الفاظ روایت ہوئے ہیں۔ بعض روایات مثلاً ابن ماجہ، رقم ۱۰۱۶ میں 'من أكل من هذه الشجرة' (جو اس سبزی میں سے کھائے) کے جملے میں 'شيئاً' (کچھ بھی) کے لفظ کا اضافہ ہے۔

۴۔ بعض روایات مثلاً بخاری، رقم ۸۱۵ میں 'فلا يغشانا في مسجدنا' (تو وہ ہمارے پاس ہماری مسجد میں نہ آئے) کے بجائے 'فلا يقربن مسجدنا' (وہ ہماری مسجد کے قریب نہ آئے) کے الفاظ، احمد بن حنبل، رقم ۱۵۱۱۱ میں 'فلا يغشنا في مسجدنا' (تو وہ ہمارے پاس ہماری مسجد میں نہ آئے) کے الفاظ، احمد بن حنبل، رقم ۴۶۱۹ میں 'فلا يأتين المسجد' (اسے مسجد میں نہیں آنا چاہیے) کے الفاظ، احمد بن حنبل، رقم ۴۷۱۵ میں 'فلا يأتين المساجد' (اسے مسجدوں میں نہیں آنا چاہیے) کے الفاظ، ابن حبان، رقم ۲۰۸۹ میں 'فلا يغشنا في مساجدنا' (تو اسے ہمارے پاس ہماری مسجدوں میں نہیں آنا چاہیے) کے الفاظ، ابن خزیمہ، رقم ۱۶۶۱ میں 'فلا يقربن المساجد' (اسے مسجدوں کے قریب نہیں آنا چاہیے) کے الفاظ، احمد بن حنبل، رقم ۱۲۹۶۰ میں 'لا يصلين معنا' (اسے ہمارے ساتھ نماز نہیں پڑھنی چاہیے) کے الفاظ، احمد بن حنبل، رقم ۱۵۳۳۴ میں 'فليعتزلنا' (تو اسے چاہیے کہ ہم سے الگ رہے) اور 'فليعتزل مسجدنا وليقعد في بيته' (تو اسے چاہیے کہ وہ ہم سے الگ رہے اور اپنے گھر میں بیٹھے) کے الفاظ، سنن الکبریٰ، رقم ۶۶۷۹ میں 'فليعتزلنا وليعتزل مسجدنا وليقعد في بيت' (تو اسے چاہیے کہ وہ ہم سے اور ہماری مسجد سے الگ رہے اور اپنے گھر میں بیٹھے) کے الفاظ، ترمذی، رقم ۱۸۰۶ میں 'فلا يقربنا في مسجدنا' (تو وہ ہماری مسجد میں ہمارے قریب نہ آئے) کے الفاظ، عبدالرزاق، رقم ۱۷۳۶ میں 'فلا يغشى مسجدي هذا' (تو وہ میری اس مسجد کے قریب نہ آئے) کے الفاظ، بیہقی، رقم ۴۸۲۸ میں 'فلا يأتي مسجدنا' (تو وہ ہماری مسجد کے قریب نہ آئے) کے الفاظ، بیہقی، رقم ۴۸۳۰ میں 'فلا يقربنا ولا يصلينا معنا' (تو وہ ہمارے قریب نہ آئے اور ہمارے ساتھ نماز نہ پڑھے) کے الفاظ، ابویعلیٰ، رقم ۴۲۹۱ میں 'فلا يقربن من مصلانا' (تو وہ ہماری نماز کی جگہوں میں ہمارے نزدیک نہ آئے) کے الفاظ، ابویعلیٰ، رقم ۶۱۱۸ میں 'فلا يدخل

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

فی مسجدنا'(تو وہ ہماری مسجد میں داخل نہ ہو) کے الفاظ، مسلم، رقم ۵۶۳ میں 'فلا یقربن مسجدنا و لا یؤذینا بریح الثوم' (تو وہ ہماری مسجد کے قریب نہ آئے اور ہمیں لہسن کی بو سے تکلیف نہ پہنچائے) کے الفاظ، احمد بن حنبل، رقم ۷۵۷۳ میں 'فلا یؤذینا بھا فی مسجدنا' (تو وہ ہماری مسجد میں ہمیں اس سے تکلیف نہ پہنچائے) کے الفاظ، ابن خزیمہ، رقم ۱۶۶۲ میں 'فلا یؤذینا بھا فی مسجدنا ھذا' (تو وہ ہماری اس مسجد میں ہمیں اس سے تکلیف نہ پہنچائے) کے الفاظ، بیہقی، رقم ۴۸۳۱ میں 'فلا یؤذینا فی مسجدنا' (تو وہ ہماری مسجد میں ہمیں تکلیف نہ پہنچائے) کے الفاظ، ابن حبان، رقم ۱۶۴۵ میں 'فلا یؤذینا فی مجالسنا' (تو وہ ہماری مجالس میں ہمیں تکلیف نہ پہنچائے) کے الفاظ روایت ہوئے ہیں۔

۵۔ 'یؤذینا بریح الثوم' (لہسن کی بو سے ہمیں تکلیف پہنچاتے ہوئے) کے الفاظ موطا، رقم ۳۰ میں روایت ہوئے ہیں۔

۶۔ 'حتی یذھب ریحھا' (یہاں تک کہ اس کی بو جاتی رہے) کے الفاظ بیہقی، رقم ۴۸۲۹ میں روایت ہوئے ہیں۔

۷۔ 'فإن الملائکة تأذی مما یتأذی منه الإنس' (کیونکہ جن چیزوں سے انسانوں کو تکلیف پہنچتی ہے ان سے فرشتے بھی تکلیف محسوس کرتے ہیں) کے الفاظ مسلم، رقم ۵۶۴ میں روایت ہوئے ہیں، تاہم بعض روایات مثلاً نسائی، رقم ۷۰۷ میں 'تتأذی' (وہ تکلیف محسوس کرتے ہیں) کے الفاظ جبکہ بعض روایات مثلاً ابن حبان، رقم ۲۰۸۶ میں 'منه' (اس سے) کے بجائے 'به' (اس سے) کے الفاظ نقل ہوئے ہیں۔

۸۔ بعض روایات مثلاً بیہقی، رقم ۴۸۲۹ میں لفظ 'الإنس' (انسان) کی جگہ 'الإنسان' (انسان) کا لفظ روایت ہوا ہے جبکہ حمیدی، رقم ۱۲۹۹ میں 'الناس' (لوگ) کا لفظ اور ابو یعلیٰ، رقم ۲۳۲۱ میں 'ابن آدم' (آدم کی اولاد) کے الفاظ روایت ہوئے ہیں۔

بعض روایات مثلاً ترمذی، رقم ۱۸۰۶ کے مطابق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مذکورہ بالا ہدایت 'الثوم'، 'البصل' اور 'الکراث' یعنی لہسن، پیاز اور گندنے کے متعلق ہے۔

مزید برآں، مذکورہ بالا روایت مسلم، رقم ۵۶۴ میں اس طرح نقل ہوئی ہے:

روی أنه نھی رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم عن أکل البصل والکراث، فغلبتنا	''(صحابہ سے) روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ہمیں) پیاز اور گندنے کھانے سے روک دیا تھا،

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

الحاجة ، فأكلنا منها، فقال : من أكل من هذه الشجرة المنتنة ، فلا يقربن مسجدنا، فإن الملائكة تأذى مما يتأذى منه الإنس.

تاہم بھوک کے غلبے کی وجہ سے ہم نے انھیں کھالیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو اس بودار سبزی میں سے کھالے تو وہ ہماری مسجد کے قریب نہ آئے، کیونکہ جو چیزیں انسانوں کے لیے تکلیف کا باعث ہیں، وہ فرشتوں کے لیے بھی تکلیف دہ ہیں۔''

تخریج: محمد اسلم نجمی

کوکب شہزاد

ترجمہ و ترتیب: اظہار احمد

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

طالب محسن

وفد عبد القیس

عن عبد اللّٰہ بن عباس رضی اللّٰہ عنہ قدم وفد عبد القیس علی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم. فقالوا: یا رسول اللّٰہ إنا ھذا الحی من ربیعة وقد حالت بیننا وبینك کفار مضر. فلا نخلص إلیك إلا فی شھر الحرام. فمرنا بأمر نعمل بہ وندعو إلیہ من وراء نا. قال آمرکم بأربع وأنھاکم عن أربع الایمان باللّٰہ ثم فسرھا لھم. فقال: شھادة أن لا إلٰہ إلا اللّٰہ وأن محمدا رسول اللّٰہ وإقام الصلاة وإیتاء الزکاة وأن تؤدوا خمس ما غنمتم وأنھاکم عن الدبا والحنتم والنقیر والمقیر زاد خلف فی روایتہ شھادة أن لا إلٰہ إلا اللّٰہ وعقد واحدة.

''عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ عبدالقیس کے کچھ لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور انھوں نے کہا: ہم اس قبیلے ربیعہ سے ہیں۔ ہمارے اور آپ کے مابین مضر کے کفار حائل ہیں۔ چنانچہ ہم سوائے حرام مہینوں کے آپ کی طرف نہیں نکل سکتے۔ لہٰذا آپ ہمیں ایسی باتیں

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

بتا دیجیے جس پر ہم خود بھی عمل کریں اور انھیں ان کی دعوت دیں جو ہمارے پیچھے ہیں۔ آپ نے فرمایا: میں تمھیں چار چیزیں بتاتا ہوں اور چار چیزوں سے روکتا ہوں۔ ایمان باللہ، پھر آپ نے ان کے لیے اس کی وضاحت کی۔ فرمایا: اس بات کی گواہی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے رسول ہیں، نماز کی پابندی، زکوۃ کی ادائیگی اور یہ کہ تمھیں جو مال غنیمت حاصل ہو اس کا پانچواں حصہ دو۔ میں تمھیں دبا، حنتم، نقیر اور مقیر سے روکتا ہوں۔ خلف نے اپنی روایت میں شہادۃ ان لا الہٰ الا اللہ کا اضافہ کیا ہے اور ایک ہی شہادت کا ذکر کیا ہے۔''

عن ابی جمرة قال: كنت أترجم بين يدى ابن عباس و بين الناس فأتته إمرأة تسأله عن نبيذ الجر فقال : إن وفد عبد القيس أتوا رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم من الوفد أو من القوم؟ قالوا: ربيعة . قال: مرحبا بالقوم او بالوفد غير خزايا ولا ندامى. فقالوا: يارسول الله إنا نأتيك من شقة بعيدة وإن بيننا وبينك هذا الحى من كفار مضر وإنا لا نستطيع أن نأتيك الا فى شهر الحرام فمرنا بأمر فصل نخبربه من وراء نا ندخل به الجنة. قال فأمرهم بأربع ونهاهم عن أربع قال أمرهم بالايمان بالله وحده وقال: هل تدرون ما الايمان بالله. قالوا: الله ورسوله أعلم . قال شهادة أن لا اله الا الله وأن محمدا رسول الله واقام الصلاة وايتاء الزكاة وصوم رمضان وأن تودوا خمسا من المغنم ونهاهم عن الدباء والحنتم والمزفت . قال شعبة: وربما قال النقير. قال شعبة : وربما قال المقير . وقال احفظوه وأخبروا به من ورائكم وقال ابوبكر فى روايته: من وراء كم وليس فى روايته

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

المقیر.

''ابو جمرہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور لوگوں کے مابین ترجمانی کا کام کرتا تھا۔ ایک دن ایک عورت ان سے جر کی نبیذ کے بارے میں پوچھنے کے لیے آئی تھی۔ انھوں نے جواب میں کہا تھا: عبدالقیس کا وفد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: وفد کون ہے؟ یا یہ کہا: یہ لوگ کون ہیں؟ ان لوگوں نے کہا: (ہم) ربیعہ (سے ہیں)۔ آپ نے کہا: خوش آمدید، تم ہمارے ہاں معزز ہو اور تمھیں کوئی زحمت نہیں ہوگی۔ انھوں نے کہا: یارسول اللہ ہم بہت دور سے آئے ہیں۔ ہمارے اور آپ کے بیچ کفار کا یہ قبیلہ مضر حائل ہے۔ ہم آپ کے پاس حرام مہینوں کے سوا نہیں آ سکتے۔ ہمیں ایسی حتمی بات بتا دیجیے، جو ہم اپنے پیچھے والوں کو بتائیں اور جنھیں اپنا کر جنت میں داخل ہو جائیں۔ آپ نے انھیں چار باتیں کرنے کو کہیں اور چار باتوں سے روکا۔ آپ نے کہا: اللہ کیلے پر ایمان لاؤ اور پوچھا: جانتے ہو ایمان باللہ کیا ہے؟ انھوں نے کہا اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: اس بات کی گواہی کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں اور یہ کہ محمد اللہ کے رسول ہیں، نماز کی پابندی، زکوٰۃ کی ادائیگی، رمضان کے روزے اور (مزید یہ کہ) مال غنیمت میں سے خمس ادا کرو۔ اور آپ نے انھیں دبا، حنتم، مزفت (اور نقیر) سے روکا۔ شعبہ بیان کرتے ہیں کہ راوی نے کبھی نقیر روایت کیا اور کبھی مقیر۔ آپ نے فرمایا: اسے اچھی طرح ذہن نشین کر لو اور اپنے پیچھے والوں کو اس سے آگاہ کرو۔ ابوبکر کی روایت میں 'من وراء کم' والا جملہ ہے، لیکن اس میں مقیر نہیں ہے۔''

عن ابن عباس عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم بھذا الحدیث نحو حدیث شعبۃ وقال أنھاکم عما ینبذ فی الدباء والنقیر والحنتم والمزفت وزاد ابن معاذ فی حدیثہ عن أبیہ قال وقال رسول اللّٰہ صلی

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

اللّٰہ علیہ وسلم للأشج أشج عبد القیس ان فیك خصلتین یحبھما اللّٰہ الحلم والأناۃ.

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی حدیث روایت کرتے ہیں۔ (لیکن وہ منہیات والا جملہ اس طرح) روایت کرتے ہیں: میں اس نبیذ سے تمھیں روکتا ہوں جو دبا، نقیر اور حنتم میں بنائی جاتی ہیں۔ ابن معاذ اپنے باپ سے اس روایت میں اضافہ کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبدالقیس کے اشج سے کہا تھا: تمھارے اندر دو خصلتیں ہیں جنھیں اللہ پسند کرتے ہیں ایک حلم اور دوسرے اناۃ۔''

عن قتادۃ قال: حدثنا من لقی الوفد الذین قدموا علی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم من عبد القیس قال سعید وذکر قتادۃ أبا نضرۃ عن أبی سعید الخدری فی حدیثہ ھذا أن أناسا من عبد القیس قدموا علی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فقالوا: یانبی اللّٰہ إنا حی من ربیعۃ وبیننا وبینك کفار مضر ولا نقدر علیك الا فی أشھر الحرم فمرنا بأمر نأمر بہ من وراء نا وندخل بہ الجنۃ اذا نحن أخذنا بہ. فقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم آمرکم بأربع وأنھاکم عن أربع: اعبدوا اللّٰہ ولا تشرکوا بہ شیئا وأقیموا الصلاۃ وآتوا الزکاۃ وصوموا رمضان وأعطوا الخمس من الغنائم وأنھاکم عن أربع عن الدباء والحنتم والمزفت والنقیر. قالوا یانبی اللّٰہ ما علمك بالنقیر قال: بلی جذع تنقرونہ فتقذفون فیہ من القطیعاء قال سعید أو قال من التمر ثم تصبون فیہ من الماء حتی إذا سکن غلیانہ شربتموہ حتی إن أحدکم أو إن أحدھم

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

ليضرب ابن عمه بالسيف. قال وفى القوم رجل أصابته جراحة كذٰلك. قال وكنت أخبأها حياء من رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم. فقلت ففيم نشرب يا رسول اللّٰه. قال فى أسقية الأدم التى يلاث على أفواهها. قالوا يا رسول اللّٰه، إن أرضنا كثيرة الجرذان ولا تبقى بها أسقية الأدم. فقال النبى صلى اللّٰه عليه وسلم وإن أكلتها الجرذان وإن أكلتها الجرذان وإن أكلتها الجرذان. قال: وقال النبى صلى اللّٰه عليه وسلم لأشج عبد القيس إن فيك لخصلتين يحبهما اللّٰه الحلم والأناة.

''حضرت قتادہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں اس آدمی نے بتایا جو عبدالقیس کے اس وفد سے ملا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تھا۔ سعید نے کہا ہے اور قتادہ نے ابوسعید خدری سے ابونضرہ سے اپنی اس حدیث میں بیان کیا ہے کہ عبدالقیس میں سے کچھ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور انھوں نے کہا: یا نبی اللہ، ہم ربیعہ قبیلے کے لوگ ہیں اور ہمارے اور آپ کے بیچ میں کفار مضر حائل ہیں۔ ہم آپ کے پاس صرف حرام مہینوں ہی میں آ سکتے ہیں۔ چنانچہ آپ ہمیں وہ باتیں بتا دیں جنھیں ہم اپنے پیچھے والوں کو بتائیں، جن کے ذریعے سے ہم جنت میں داخل ہوں جب ہم انھیں اپنا لیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تمھیں چار چیزیں کرنے کے لیے کہتا ہوں اور چار چیزوں سے روکتا ہوں۔ اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھیراؤ۔ نماز کی پابندی کرو۔ زکوٰۃ ادا کرو۔ رمضان کے روزے رکھو۔ مال غنیمت میں سے خمس ادا کرو۔ میں تمھیں چار سے دبا، حنتم، مزفت اور نقیر سے روکتا ہوں۔ انھوں نے کہا: یا نبی اللہ، آپ نقیر کے بارے میں کیا جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: کیوں نہیں، ایک تنا جسے تم (برتن بنانے کے لیے) گھڑتے ہو۔ پھر اس میں قطیعا ڈالتے ہو۔ سعید بیان کرتے ہیں کہ یا آپ نے تمر کہا۔ پھر اس میں پانی ڈالتے ہو۔ پھر جب اس کا ابال ٹھنڈا پڑ جاتا ہے تو تم اسے پیتے ہو۔ کبھی کبھی یہ حالت بھی پیش آتی ہے کہ تم میں سے کوئی، یا فرمایا

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

ان میں سے کوئی اپنے چچازاد پر تلوار چلا دیتا ہے۔ راوی بیان کرتا ہے کہ ان لوگوں میں ایک ایسا آدمی تھا جسے اسی طرح زخم آیا تھا۔ اس نے بتایا کہ حیا کے باعث نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اسے چھپا رہا تھا۔ پھر میں نے پوچھا: یا رسول اللہ ہم کس میں پئیں۔ آپ نے فرمایا: چمڑے کے مشکیزوں میں جن کے مونھوں کو باندھ دیا جاتا ہے۔ انھوں نے کہا: یا رسول اللہ، ہمارا علاقہ بہت چوہوں والا ہے۔ اس میں چمڑے کے مشکیزے باقی نہیں بچتے۔ اس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خواہ انھیں چوہے کھا جائیں۔ خواہ انھیں چوہے کھا جائیں۔ خواہ انھیں چوہے کھا جائیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد القیس کے اشج سے کہا: تمھارے اندر دو خصلتیں ہیں جنھیں اللہ پسند کرتے ہیں: ایک حلم دوسرے اناۃ۔''

عن أبی سعید الخدری رضی اللّٰہ عنہ أن وفد عبد القیس لما أتوا نبی اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قالوا یا نبی اللّٰہ، جعلنا اللّٰہ فداءك ماذا یصلح لنا من الأشربۃ فقال لا تشربوا فی النقیر قالوا یا نبی اللّٰہ جعلنا اللّٰہ فداءك أو تدری ما النقیر؟ قال نعم الجذع ینقر وسطہ ولا فی الدباء ولا فی الحنتمۃ وعلیکم بالموکی.

''حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ عبد القیس کا وفد جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو انھوں نے پوچھا: یا نبی اللہ، اللہ نے ہمیں آپ پر فدا ہونے والا بنایا، کیا آپ جانتے ہیں کہ نقیر کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں، تنا، جسے بیچ میں سے کھود دیا جاتا ہے۔ نہ تمھیں حنتمہ استعمال کرنا ہے۔ تمھارے لیے چمڑے کا مشکیزہ لازمی ہے۔''

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

لغوی مباحث

وفد: یہ 'وافد' کی جمع ہے۔ یہ لفظ اس فرد کے لیے آتا ہے جو کسی خاص مقصد سے کسی ذمہ دار کے پاس آیا ہو۔

عبد القیس: عدنانی قبیلہ جو بحرین کے علاقے میں آباد تھا۔ ان کے آگے حجاز کے راستے میں مضر کے قبائل آباد

تھے۔

الحی: یہ لفظ اصل میں اس جگہ کے لیے ہے جہاں کوئی قبیلہ آباد ہو۔ چونکہ 'قبیلة' اور 'حی' اس زمانے میں لازم وملزوم کی حیثیت رکھتے تھے اس لیے مترادف کے طور پر بھی استعمال ہو جاتے تھے۔

شھر الحرام: حرام مہینا۔ یہ موصوف کی صفت کی طرف اضافت ہے۔ کوفیوں کے نزدیک یہ جائز ہے۔ بصریوں کے نزدیک یہ جائز نہیں ہے۔ وہ اس میں صفت کے موصوف کو بربنائے قرینہ حذف مانتے ہیں۔ پوری ترکیب ان کے نزدیک 'شھر الوقت الحرام' ہے۔

ربیعة: یہ بھی عبدالقیس کی طرح ان کے کسی جد کا نام ہے، جس کی نسبت سے یہ ربیعہ بھی کہلاتے تھے۔

مرحبا بالقوم: یہ استقبال کا جملہ ہے۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ یہ لوگ کشادگی اور سہولت کی جگہ پر آئے ہیں۔ 'مرحبا' نحواً مفعول بہ ہے جس کا عامل حذف ہو گیا ہے۔

غیر خزایا و لا ندامی: 'خزایا'، 'خزیان' کی جمع ہے، جو 'خزی' سے اسم صفت ہے۔ 'خزی' رسوائی اور ذلت کے معنی میں آتا ہے۔ ندامی، ندمان کی جمع ہے۔ یہ بھی اسم صفت ہے جس کا مطلب ہے بہت شرمندہ۔ مراد یہ ہے کہ نہ تم رسوا ہو گے اور نہ ہمارے ہاں آنے پر شرمندہ۔ یہ استقبال کے جملے کا حصہ ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ تم لوگ ہمارے ہاں معزز ہو۔

حنتم: ایک سبز برتن جس میں شراب بنائی جاتی تھی۔ یہ مٹی کا برتن تھا جس پر سبز، سرخ یا سبزی مائل سرخ رنگ کیا جاتا تھا۔ غالباً یہ ایک خاص طرح کی کوٹنگ تھی جس سے اس کے مسام بند ہو جاتے تھے۔ ایک رائے یہ ہے کہ یہ برتن خون، بالوں اور مٹی کو گوندھ کر بنایا جاتا تھا۔ شراب بنانے کا خاص برتن جس میں جلد خمیر پیدا ہو جاتا تھا۔

دبا: خشک کدو سے بنا ہوا برتن اس میں بھی شراب بناتے تھے۔

نقیر: درخت کے تنے کا ایک حصہ جسے کھوکھلا کر کے یعنی برتن بنا کر اس میں شراب تیار کی جاتی تھی۔

مزفت: کالے تیل سے چپڑا ہوا برتن یہ بھی شراب بنانے کے کام آتا تھا۔

الجر: مٹی کا مٹکا۔

الموکی: مشکیزہ۔ لفظی مطلب ہے: وہ جس کا منہ بندھا ہوا ہو۔

الحلم: دانائی اور سمجھ داری۔

الاناة: سوچ سمجھ کر قدم اٹھانا، یعنی رائے اور عمل میں جلد بازی نہ ہونا۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

معنی

اس روایت کے دو پہلو ہیں۔ ایک زاویے سے دیکھیں تو یہ سیرت کے کچھ پہلوؤں کو بیان کرتی ہے۔ دوسرے زاویے سے اس میں دین کے کچھ احکام بیان ہوئے ہیں۔ سیرت کے حوالے سے اس روایت کا نمایاں حصہ ایک قبیلے کے کچھ افراد کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہونے کا بیان ہے۔ استاد گرامی نے اس حدیث کا درس دیتے ہوئے بیان کیا ہے کہ یہ عام الوفود کا واقعہ ہے۔ عام الوفود اس سال کو کہتے ہیں جس میں اطراف عرب سے مختلف قبائل کے لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ یہ لوگ آتے، اپنے قبول اسلام کا اظہار کرتے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ضروری رہنمائی حاصل کرتے اور واپس چلے جاتے۔ ربیعہ کے یہ لوگ بھی اسی غرض کے لیے آئے تھے۔ شارحین نے بیان کیا ہے کہ یہ تعداد میں چودہ تھے۔ بعض کا خیال ہے کہ یہ تیس لوگ تھے۔

روایت سے واضح ہے کہ یہ لوگ اسلام قبول کر چکے تھے اور اب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بالمشافہ ملاقات اور براہ راست استفادے کے لیے آئے تھے۔ شارحین نے ان کے قبول اسلام کے سبب کی تفصیل بھی کی ہے۔ زمانۂ جاہلیت میں ان کا ایک آدمی منقذ بن حیان تجارت کے لیے یثرب آیا کرتا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے بعد بھی وہ تجارت کے لے آیا تھا۔ وہ بیٹھا ہوا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس سے گزرے تو وہ کھڑا ہو گیا۔ آپ نے پوچھا: منقذ بن حیان ہو؟ تمھارے اور تمھاری قوم کے حالات کیا ہیں۔ پھر آپ نے اس کی قوم کے معززین کے بارے میں ایک ایک فرد کا نام لے کر پوچھا۔ اس پر وہ مسلمان ہو گیا۔ اس نے سورۂ فاتحہ اور سورۂ اقرا سیکھی اور واپس چلا گیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے عبدالقیس کے لیے ایک خط بھی دیا تھا۔ اس نے یہ سارا معاملہ ظاہر نہیں کیا، لیکن اس کی بیوی کو کچھ خبر ہو گئی۔ وہ منذر بن زائل کی بیٹی تھی۔ یہ منذر وہ شخص ہے جسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشانی کے نشان کی وجہ سے اشج کا نام دیا تھا۔ منقذ نماز پڑھتے اور تلاوت کرتے تھے۔ یہ بات ان کی بیوی کو کچھ عجیب لگی۔ اس نے اپنے باپ سے کہا: جب سے میرا شوہر یثرب سے لوٹا ہے، کچھ بدل سا گیا ہے۔ اپنے اطراف دھوتا ہے، قبلے کی طرف منہ کرتا ہے، کبھی کمر جھکاتا ہے اور کبھی ماتھا زمین پر ٹکا دیتا ہے۔ جب سے لوٹا ہے، یہی اس کا معمول ہے۔ چنانچہ دونوں (باپ بیٹی) اس سے ملے اور اس سے اس معاملے پر گفتگو کی۔ گفتگو کے نتیجے میں ایمان اشج کے دل میں اتر گیا۔ اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نامہ پکڑا اور اپنی قوم عصر و محارب کے درپے ہو گیا۔ قوم کے دلوں میں بھی ایمان گھر کر گیا۔ اسی موقع پر انھوں نے طے کیا کہ وہ مدینہ جائیں گے۔ چنانچہ جب یہ لوگ

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

مدینہ کے قریب آئے تو آپ نے اپنے پاس بیٹھے ہوئے لوگوں سے کہا: عبدالقیس کا وفد آ رہا ہے۔ یہ مشرق کے بہترین لوگ ہیں۔ ان میں اشج عصری ہے۔ یہ لوگ نہ عہد توڑنے والے ہیں، نہ بات بدلنے والے ہیں اور نہ شک میں پڑنے والے ہیں۔ حالاں کہ کوئی قوم جب ایمان لاتی ہے تو اسے ضرور ستایا جاتا ہے۔ (بحوالہ شرح مسلم للنووی ۱۸۱/۱)

سیرت کے حوالے سے اس روایت میں بیان ہونے والی دوسری چیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا طرز تپاک ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں جس طرح خیر مقدم کہا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں ان لوگوں کے لیے خصوصی قدر تھی۔ روایت میں اس حوالے سے جو جملے آئے ہیں ان کا تعلق اگرچہ عرب کلچر سے ہے، لیکن ان میں موجود گرم جوشی کا ہم بخوبی اندازہ کر سکتے ہیں۔

سیرت کے حوالے سے اس روایت سے سامنے آنے والی تیسری چیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل نبوت کا حسی اظہار ہے۔ منقد سے ہونے والی بات چیت میں بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قوم کے افراد کے نام جس طرح بیان کیے اور اسی طرح وفد سے گفتگو میں شراب پینے کے انجام کو وفد میں شامل ایک فرد پر گزرنے والے تجربے کو جس طرح مثال کی صورت میں بیان کیا، یہ حضور کے پیغمبرانہ وجود کا اظہار تھا۔ استاد گرامی نے مسلم کا درس دیتے ہوئے بیان کیا کہ پیغمبر جب خود موجود ہوتا ہے تو اس کے ماحول سے پوری طرح واضح ہوتا ہے کہ اسے خدا کی رہنمائی اور معیت حاصل ہے۔ یہ اور اس طرح کی بیسیوں مثالیں اسی قبیل سے تعلق رکھتی ہیں۔

سیرت کے حوالے سے اس روایت سے چوتھی چیز یہ واضح ہوتی ہے کہ کار دعوت میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی گروہ کے خاص مسئلے کو پیش نظر رکھا ہے۔ اس روایت میں عبدالقیس کو شراب کے بارے میں خصوصی ہدایت کی گئی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ قبیلہ شراب کے استعمال کی خرابی میں شدت سے مبتلا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب انھیں مختصر طریقے پر دین بتایا تو اس میں شراب کی حرمت کو خاص اہمیت سے بیان کیا۔ قرآن مجید سے معلوم ہوتا ہے کہ دوسرے انبیا کا اسوہ بھی یہی ہے۔ جیسے حضرت لوط علیہ السلام نے اپنی قوم کی ایک برائی کے استیصال کو اپنے کار دعوت میں خاص اہمیت دی۔

سیرت کے حوالے سے پانچویں چیز اس روایت سے یہ واضح ہوتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی دعوت میں کس چیز کو سب سے نمایاں رکھتے تھے۔ اس وفد نے سوال یہ کیا کہ ہمیں وہ بات بتائی جائے جو ہمیں جنت میں لے جائے۔ قرآن مجید میں بھی سب سے بڑھ کر جس چیز کی منادی کی گئی ہے وہ آخرت ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

قرآن ہی کے ذریعے سے انذار کیا ہے۔ ظاہر ہے یہی چیز آپ کی عمومی گفتگو میں بھی نمایاں رہتی تھی۔ اس کا نتیجہ بھی سامنے تھا۔ ہمیں راویت اور سیرت کی کتابوں میں متعدد سوال کرنے والے یہی سوال کرتے نظر آتے ہیں۔

اس سوال کے جواب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تمھیں چار باتوں کا حکم دیتا ہوں اور چار باتوں سے روکتا ہوں۔ استاد گرامی نے اس اسلوب کی وضاحت کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ عرب قابل توجہ بات کو بیان کرنے کے لیے عدد کا استعمال کرتے ہیں۔ ہمارے ہاں یہ اسلوب عام نہیں ہے۔ اس اسلوب سے مخاطب کو بات اخذ کرنے اور اسے اپنے ذہن میں محفوظ رکھنے میں مدد ملتی ہے۔ استاد محترم نے دوسری بات یہ واضح کی کہ اس اسلوب کے لیے یہ ضروری نہیں ہوتا کہ یہ عدد کے مطابق الگ الگ چیزیں ہوں۔ بسا اوقات ایک ہی بات کے اجزا یا فروع یا تقاضے بھی اس میں بیان کر دیے جاتے ہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جن چار چیزوں کو کرنے کے لیے کہا ہے۔ ایک فرق کے ساتھ وہ وہی ہیں جن کا ذکر حدیث جبریل میں اسلام کی تفصیل کے ضمن میں ہوا ہے۔ شارحین کے نزدیک اس کی وجہ یہ ہے کہ اس وقت تک حج فرض نہیں ہوا تھا۔ ممکن ہے اس موقع پر حج کا ذکر نہ ہونے کی وجہ یہی ہو۔ بہر حال یہ وہ باتیں ہیں جو ہمارے دین میں بنیادی اہمیت رکھتی ہیں۔ ان کے بارے میں تفصیل کا یہ موقع نہیں ہے۔ ان سے متعلق تفصیلات ان سے متعلق ابواب میں بیان ہوں گی۔ چوتھی چیز خمس ہے۔ استاد محترم نے بیان کیا ہے کہ اپنی حقیقت کے اعتبار سے یہ زکوٰۃ کے حکم ہی کی فرع ہے۔

مشکوٰۃ کا درس دیتے ہوئے استاد محترم نے بیان کیا ہے کہ قرآن مجید نے سورۂ انفال میں واضح کیا ہے کہ جہاد میں کامیابیاں اور مال غنیمت کا حصول اللہ تعالیٰ کی خصوصی نصرت کے نتیجے میں ہو رہا ہے۔ اس لیے یہ اصل میں اللہ اور اس کے رسول کے لیے ہے۔ لیکن چونکہ مجاہدین اپنے سامان حرب کے ساتھ رضا کارانہ ان جنگوں میں شریک ہو رہے ہیں اس لیے مال غنیمت کا پانچواں حصہ رکھ کر باقی ان کو دیا جائے گا۔ استاد محترم نے واضح کیا کہ موجودہ زمانے میں باقاعدہ تنخواہ دار فوج رکھی جاتی ہے اور سامان حرب کی حکومت کی سطح پر فراہمی کا اہتمام ہوتا ہے لہٰذا اب حکومت مال غنیمت کے ضمن میں جو قانون سازی چاہے کر سکتی ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جن چار چیزوں سے منع کیا ہے۔ وہ اپنی حقیقت میں ایک ہیں۔ قرآن مجید میں شراب پینے کو ممنوع قرار دیا گیا ہے۔ سورۂ مائدہ میں ہے:

اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ	''اے ایمان والو، شراب، جوا، تھان اور پانسے کے تیر
رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ	بالکل نجس شیطانی کاموں میں سے ہیں۔ تم ان سے بچو

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

تُفْلِحُوْنَ. (۵:۹۰) تاکہ فلاح پاؤ۔''

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جانتے ہوئے کہ ان کے ہاں مختلف طریقوں سے شرابیں بنائی جاتی ہیں اور ان کے لیے مخصوص برتن استعمال ہوتے ہیں۔ ان برتنوں کے استعمال سے بالکلیہ روک دیا۔ یہ نہی سد ذریعہ کے اصول پر ہے۔ مراد یہ ہے کہ ایک حرمت سے بچانے کے لیے اس کے متعلقات سے بھی پرہیز کیا جائے۔ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ بعد میں جب شراب کی حرمت کا شعور اور اس سے پرہیز کی عادت محکم ہوگئی تو ان برتنوں کے استعمال کی اجازت دے دی گئی۔

اس گروہ کے ایک فرد کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے سامنے تحسین کے کلمات کہے۔ شارحین نے بیان کیا ہے کہ یہ لوگ جب مدینہ پہنچے تو باقی لوگ بغیر زیادہ تردد کیے مسجد نبوی میں آ گئے۔ لیکن حضرت اشج رضی اللہ عنہ نے باقاعدہ تیاری کی اور پھر حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ظاہر ہے یہ ایک باوقار آدمی ہونے کا اظہار ہے۔ خیال ہوتا ہے کہ ان کا سوچ سمجھ کر معاملات کرنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو میں بھی ظاہر ہوا ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تعریف کی۔ حقیقت یہ ہے کہ حلم اور اناۃ یعنی سمجھ داری اور سوچ سمجھ کر اقدام ایک بڑی شخصیت کی بنیادی خوبیاں ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ واضح کیا کہ یہ خوبیاں اللہ تعالیٰ کو پسند ہیں۔ اس سے سننے والوں کو یہ ترغیب دلائی کہ وہ انھیں پیدا کرنے کی کوشش کریں۔

ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس روز ظہر کے فرضوں کے بعد کے نفل نہیں پڑھ سکے تھے۔ آپ نے یہ نفل عصر کے بعد پڑھے تھے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وفد سے یہ ملاقات ظہر سے عصر تک جاری رہی تھی۔ ظاہر ہے اتنے وقت میں متعدد باتیں ہوئی ہوں گی۔ اس روایت میں وہی بات نقل ہوئی ہے جو بعد میں دین کے سمجھنے سمجھانے میں معاون ہوئی۔

متون

یہ بات ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ وفد عبدالقیس اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری گفتگو روایت نہیں ہوئی ہے۔ اس ملاقات کے دو تین نکات ہی روایات میں نقل ہوئے ہیں۔ مسلم رحمہ اللہ نے اس روایت کے کم وبیش تمام دستیاب متون اپنی کتاب میں لے لیے ہیں۔ ان کے مطالعے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ تمہید اور اختتام کی چند تفصیلات کے سوا چند لفظی فرق کے ساتھ ایک ہی بات تمام روایات میں بیان ہوئی ہے۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

کتابیات

بخاری، رقم ۵۳، ۸۷، ۵۰۰، ۱۳۳۴، ۲۹۲۸، ۳۳۱۹، ۴۱۱۱، ۵۸۲۲، ۶۸۳۸، ۷۱۱۷۔ مسلم، رقم ۱۷، ۱۸، ۱۹۹۵۔ ابوداؤد، رقم ۳۶۹۲، ۴۶۷۷۔ ترمذی، رقم ۲۶۱۱۔ نسائی، رقم ۵۰۳۱، ۵۶۳۸، ۵۶۹۱، ۵۶۹۲۔ مسند احمد، رقم ۲۰۲۰، ۳۴۰۶، ۳۴۰۷، ۴۹۹۵، ۱۱۱۹۱، ۱۱۵۶۱، ۱۱۸۷۱، ۲۵۰۴۴۔ ابن حبان، رقم ۱۵۷، ۴۵۴۱، ۷۲۹۵۔ ابن خزیمہ، رقم ۱۸۷۹، ۲۲۴۵، ۲۲۴۶۔ بیہقی، رقم ۷۶۸۲، ۱۲۵۰۰، ۱۲۵۲۸، ۱۷۲۰۶، ۱۷۲۰۸، ۱۷۲۰۹، ۲۰۰۶۰، ۲۰۵۹۱۔ ابویعلیٰ، رقم ۵۶۱۲۔ عبدالرزاق، رقم ۱۶۹۲۹، ۱۷۱۱۸۔ ابن شیبہ، رقم ۲۳۷۴۳، ۳۲۴۹۹۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

ساجد حمید

شرح موطا امام مالک

باب وقوت الصلوٰۃ

نماز کے اوقات

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

[٦] وحدثنی عن مالك عن نافع مولی عبد اللّٰه بن عمر :

اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ كَتَبَ اِلَی عُمَّالِهٖ: اِنَّ اَهَمَّ اَمْرِكُمْ عِنْدِی الصَّلَاةُ. فَمَنْ حَفِظَهَا وَحَافَظَ عَلَيْهَا، حَفِظَ دِيْنَهُ. وَمَنْ ضَيَّعَهَا فَهُوَ لِمَا سِوَاهَا اَضْيَعُ.

ثُمَّ كَتَبَ: اَنْ صَلُّوْا الظُّهْرَ اِذَا كَانَ الفَیْءُ ذِرَاعًا اِلَی اَنْ يَكُوْنَ ظِلُّ اَحَدِكُمْ مِثْلَهُ. وَالْعَصْرَ ،وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةٌ بَيْضَاءُ نَقِيَّةٌ، قَدْرَ مَا يَسِيْرُ الرَّاكِبُ فَرْسَخَيْنِ اَوْ ثَلَاثَةً، قَبْلَ غُرُوْبِ الشَّمْسِ. وَالْمَغْرِبَ اِذَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ. وَالْعِشَاءَ اِذَا غَابَ الشَّفَقُ اِلَی ثُلُثِ اللَّيْلِ. فَمَنْ نَامَ فَلَا نَامَتْ

عَيْنُهُ. فَمَنْ نَامَ فَلَا نَامَتْ عَيْنُهُ ، فَمَنْ نَامَ فَلَا نَامَتْ عَيْنُهُ .وَالصُّبْحَ، وَالنُّجُوْمُ بَادِيَةٌ مُشْتَبِكَةٌ.

''نافع کہتے ہیں کہ حضرت عمر نے اپنے عمال کو یہ خط لکھا: میرے نزدیک تمھارے لیے سب سے اہم دینی عمل نماز ہے۔ جس نے اس کی حفاظت کی اور اس پر جما رہا، تو اس نے اپنے دین و ایمان کی حفاظت کی اور جس نے اسے ضائع کر دیا، تو اس نے اس کے علاوہ جو کچھ ہے، سب ضائع کر دیا۔

انھوں نے یہ بھی لکھا: ظہر اپنے سایہ کے ایک ہاتھ کے برابر ہونے سے لے کر مثل سایہ ہونے کے وقت کے بیچ میں پڑھو۔ عصر اس وقت پڑھو، جب سورج ابھی بلند، سفید اور روشن ہو، اتنا کہ ایک سوار اس کے غروب سے پہلے پہلے دو یا تین فرسخ کا فاصلہ طے کر سکے۔ مغرب سورج ڈوبتے ہی پڑھ لو۔ عشا غیاب شفق سے ایک تہائی رات کے بیچ میں پڑھو۔ تو جو کوئی (عشا سے پہلے) سو گیا تو اے اللہ، پھر اس کی آنکھ نہ سوئے، تو جو کوئی سو گیا، تو اے اللہ، پھر اس کی آنکھ نہ سوئے، تو جو کوئی سو گیا تو اے اللہ، پھر اس کی آنکھ نہ سوئے۔ اور صبح اس وقت پڑھو جب ستارے ابھی نمایاں اور باہم گتھم گتھا ہوں۔''

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

شرح

مفہوم و مدعا

اس روایت کے دو حصے ہیں، ایک تمہید ہے اور دوسرے اوقات نماز کے بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے۔ تمہید میں انھوں نے نماز کی اہمیت بیان فرمائی ہے۔

نماز کی اہمیت حضرت عمر نے یہ بیان فرمائی ہے کہ اگر اسے چھوڑ دو گے تو دین جاتا رہے گا۔ یہاں یہ اتنی بات جان لینی چاہیے کہ نماز سے دین کی حفاظت صحابہ یا دوسرے لفظوں میں بنی اسماعیل کے لیے دو پہلوؤں سے ہے اور ہمارے لیے ایک پہلو سے۔ یہ چونکہ حضرت عمر کا قول ہے جو انھوں نے اپنے عمال کو لکھا ہے، اس لیے اس میں دونوں پہلو شامل ہیں۔ اس پر تفصیلی گفتگو 'قرآن و سنت سے تعلق' کی فصل میں ہوگی۔

اس تمہید کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نماز کے اوقات بتائے ہیں۔ان اوقات میں تعجیل ہی کے اصول کو ملحوظ رکھا ہے۔یعنی چونکہ وہ نماز کی اہمیت پر بات کررہے تھے،اس لیے انھوں نے نماز کے مقرر اوقات نہیں، بلکہ نماز کے وہ اوقات بتائے ہیں، جو تعمیل امر میں زیادہ بہتر ہیں۔جن میں نماز ادا کرنے ہی سے اس کے حقیقی فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ان اوقات کی اہمیت ونوعیت پر پچھلی روایتوں میں تفصیل سے بات ہو چکی ہے۔اس لیے یہاں اسے بیان کرنا محض تکرار ہوگا۔

آخر پر انھوں نے عشا سے پہلے سونے والے کو متنبہ کیا ہے کہ وہ نہ سوئے، اور یہ تنبیہ انھوں نے بددعا کے لہجے میں کی ہے۔یہ تاثر دینے کے لیے کہ یہ نہایت ہی غلط عمل ہے کہ بندۂ مومن عشا سے پہلے سو جائے۔

یہ خط انھوں نے عمال کی طرف لکھا تھا۔حکمران کی حیثیت سے اور بالخصوص شہداء اللہ علی الارض کے نمائندہ ہونے کی حیثیت سے ایک خاص نوعیت کی دعوت دین کی ذمہ داری حضرت عمر پر عائد ہوتی تھی۔اس ذمہ داری کو انھوں نے ادا کیا اور کوشش کی کہ اس امت میں ترک نماز جیسا بگاڑ نہ آئے۔

اس بات کا پورا امکان ہے کہ یہ خط انھوں نے عمال کو اس لیے لکھا ہو کہ وہ مساجد میں جماعت کا اہتمام، ان اوقات میں کریں، اس سے تاخیر نہ کریں۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

لغوی مسائل

حفظها و حافظ عليها: حفظ سے مراد حفاظت ونگرانی ہے، اور محافظت (حافظ) سے مراد مواظبت و ملازمت ہے۔ترجمے میں اسے ہم نے 'اس پر جما رہا' کے الفاظ سے بیان کیا ہے۔

سیدنا عمر نے پہلے 'ضيّع' اور پھر اسی معنی میں 'أضيع' استعمال کیا ہے۔مزید فیہ سے افعل التفضیل نہیں بنتا۔ سیبویہ کے نزدیک 'أضاع يضيع' سے 'أضيع' بنانا اس لیے درست ہے کہ اس کے شروع میں ہمزہ آتا ہے۔

'الفیء' کے اصل معنی زوال کے بعد کے سائے کے ہیں۔یعنی پلٹا ہوا سایہ۔زوال سے پہلے کے سایہ کے لیے یہ استعمال نہیں ہوتا تھا۔اس لیے کہ اس کے معنی ہی پلٹنے کے ہیں۔اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: 'حتّٰى تفيء إلى امر الله'، 'حتیٰ کہ وہ گروہ اللہ کے فیصلے کی طرف لوٹ آئے' (الحجرات ۴۹:۹)۔

اس خط میں سیدنا عمر نے دو جملے ایسے بولے ہیں، جو اگرچہ مشکل نہیں ہیں، مگر کلام کے صحیح مدعا کو سمجھنے کے لیے ان کے صحیح موقع استعمال سے واقف ہونا ضروری ہے۔پہلا جملہ ہے: 'فمن نام فلا نامت عينه' یہ اپنے صیغوں میں بظاہر بددعا ہے، لیکن یہ دراصل اس وقت کی نیند سے اظہار نفرت کے لیے بولا گیا ہے۔یہ سوجانے والے کے

لیے بے سکونی کی بد دعا نہیں ہے۔

دوسرا جملہ 'والنجوم بادیة مشتبکة' کا ہے۔ یہ کنایہ ہے اندھیرا ہونے سے۔ اس لیے کہ جب اندھیرا ہوگا تو ستارے زیادہ روشن اور تعداد میں بھی زیادہ نظر آئیں گے۔ اس لیے باہم گتھم گتھا دکھائی دیں گے۔

فرسخین او ثلاثة: یہ تحدید و تعیین کے لیے نہیں، بلکہ اندازہ و تخمین کے لیے ہے۔ یعنی یہ بات نہیں ہے کہ آدمی تین فرسخ (یعنی نو میل) کا فاصلہ یقیناً طے کر سکے۔ بلکہ ایک اندازہ سا بتانے کے لیے یہ اسلوب اختیار کیا گیا ہے۔ مراد صرف یہی ہے کہ آدمی نماز عصر کو سورج کے زرد ہونے پر نہ پڑھے، بلکہ اس سے پہلے پہلے ادا کر لے۔ اس لیے کہ گرمیوں میں عصر کے بعد تو نو میل شاید سوار مغرب سے پہلے سفر طے کر لے، سردیوں میں شاید ایسا ممکن نہ ہو۔ یہ اسلوب ہم اردو میں بھی استعمال کرتے ہیں، جیسے: ''بھئی یہی کوئی دو تین میل دور ہوگا''۔

درایت

قرآن وسنت سے تعلق

نمازوں کے اوقات سنت انبیا ہی کا بیان ہے۔ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کے مشاہدے پر مبنی ان کی رائے ہے۔ یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کم وبیش وہی اوقات بتائے ہیں، جو حضرت جبریل علیہ السلام کی امامت والی روایت میں بیان ہوئے ہیں، اور انھی پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مداومت تھی۔ یہ اثر بھی اوقات کا تعین نہیں کرتا، بلکہ ان اوقات کا پتا دیتا ہے، جن میں نماز پڑھنے والا غفلت کے الزام سے بری ہوگا۔

نماز کی اہمیت حضرت عمر نے یہ بیان کی ہے کہ اس کی حفاظت اور مداومت دین کی حفاظت کا ذریعہ ہے۔ دین پر قیام کے دو معنی ہیں۔ ایک اس کے احکام پر عمل کرنا یعنی نیکی پر قائم رہنا اور دوسرے حامل دین ہوتے ہوئے، اس کے نقیب اور شاہد بن کر رہنا[1]۔ نماز ان دونوں پہلووں سے دین کے قیام کا ذریعہ ہے۔

پہلے ہم یہ دیکھتے ہیں کہ نماز ہمیں نیکی پر کیسے قائم رکھتی ہے۔ نماز کے ضائع کرنے اور اس کے بعد شہوات میں پڑنے کا قرآن نے مختلف مقامات پر اس طرح سے ذکر کیا ہے کہ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں لازم وملزوم ہیں۔ مثلاً سورۂ مریم میں 'اضاعوا الصلوٰة واتبعوا الشهوات' انھوں نے نماز ضائع کی، اور (اس کے نتیجہ میں) خواہشوں میں مبتلا ہو گئے۔

---

[1] پہلے کا تعلق عام مسلمانوں سے اور دوسرے کا تعلق اصلاً بنی اسماعیل (شہداء اللہ) سے ہے باقی مسلمان اس میں تبعاً شامل ہوں گے۔

اسی طرح قرآن کے الفاظ ہیں: 'اقـم الـصلوٰۃ لذکری' (طٰہٰ۲۰:۱۴) 'میری یاد کے لیے نماز کا اہتمام کرو'۔ خدا کی یہ یاد ایک نہایت موثر ہتھیار رہے۔ یہ شیطان کو ہمارے قریب آنے اور پھر ہم پر مسلط ہو جانے سے روکتی ہے۔ یہ بات بھی قرآن مجید میں بیان ہوئی ہے۔قرآن کہتا ہے کہ 'و من یعش عن ذکر الرحمن نقیض له شیطانا، فهـو لــه قرین' (الزخرف۴۳:۳۶) ''اور جو رحمٰن کے ذکر سے اعراض کر لیتا ہے، ہم اس پر شیطان کو مسلط کر دیتے ہیں، وہ پھر اس کا ہم جولی بن جاتا ہے''۔

اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص ذکر (یاد دہانی) سے گریزاں ہوگا، وہ شیطانوں کے نرغے میں آتا چلا جائے گا، اور ایک وقت وہ آ جائے گا کہ وہ اس کے دوست اور ہم مشرب بن جائیں گے اور پھر جو شیطان اس سے کہے گا، وہ وہی کرے گا۔

نماز کے اسی عمل، جو وہ یاد الٰہی کو تازہ کر کے کرتی ہے، کو قرآن مجید نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے کہ 'ان الصلوٰۃ تــنــهـی عــن الفحـشـاء و المنکر'، (العنکبوت ۲۹:۴۵) ''بلاشبہ نماز فحش کاموں اور برائی سے روکتی ہے''۔ چنانچہ جب آدمی نماز کی محافظت کرے گا، تو اس کے دل میں خدا کی یاد تازہ رہے گی۔ جب یہ یاد اس کے دل میں بسی رہے گی تو وہ شیطان کی دوستی سے محفوظ رہے گا، اور جب شیطان اس کا دوست نہیں بنے گا تو وہ اسے برائی پر راغب نہیں کر سکے گا اور یوں اس کے برائی سے بچنے کے امکانات بہت بڑھ جائیں گے، جس سے اس کا دین و ایمان محفوظ رہے گا۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

اب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ شہداء اللہ کے لیے نماز کی کیا اہمیت بتائی گئی ہے۔قرآن مجید میں بنی اسماعیل کو جب شہادت کے منصب پر فائز کیا، اور ان سے جب عہد لیا کہ تم مجھے یاد رکھنا میں تمھیں یاد رکھوں گا تو اس موقع پر انھیں یہ حکم دیا کہ اس عہد پر قائم رہنے کے لیے نماز سے مدد لیں۔قرآن مجید کا فرمان ہے:

فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ ، يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ، اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ. (البقرہ۲:۱۵۲۔۱۵۳)

''تم مجھے یاد رکھو، میں تمھیں یاد رکھوں گا، میری شکر گزاری کرتے رہنا، میری ناشکری نہ کرنا۔اے ایمان والو، ثابت قدمی اور نماز سے مدد چاہو، بے شک اللہ ثابت قدموں کے ساتھ ہے۔''

ٹھیک ایسا ہی بنی اسرائیل کے ساتھ اس عہد کے موقع پر ان سے کہا گیا:

وَقَالَ اللّٰهُ اِنِّيْ مَعَكُمْ لَئِنْ اَقَمْتُمُ الصَّلٰوةَ وَاٰتَيْتُمُ الزَّكٰوةَ وَاٰمَنْتُمْ بِرُسُلِيْ. (المائدہ۵:۱۲)

''اور اللہ نے ان سے کہا: میں تمھارے ساتھ ہوں اگر تم نماز قائم کرو گے اور زکوٰۃ دو گے، اور میرے رسولوں کو مانو گے۔''

نماز کی اس دوہری اہمیت کے پیش نظر خلفاے راشدین اس کے بارے میں ہمیشہ بیدار رہے۔ اور جیسے ہی ائمۂ بنی اسماعیل نماز میں کمزور ہوتے گئے، وہ اللہ کے ساتھ سے محروم ہوتے گئے۔ حضرت عمر نے اسی لیے فرمایا کہ نماز تمھارے لیے سب سے اہم دینی حکم ہے۔ اسے ضائع کروگے تو سارے دین سے ہاتھ دھو بیٹھو گے۔

دیگر متون

عن نافع عن بن عمر قال کتب عمر الی اھل الامصار ان صلوا الظھر اذا زالت الشمس الی ان یکون ظل کل شیء مثلہ والعصر والشمس باقیۃ قدر ما یسیر الراکب فرسخین او ثلاثۃ والمغرب حین تغرب الشمس وتدخل اللیل والعشاء اذا غاب الشفق الی ثلث اللیل لا تشاغلوا عن الصلاۃ فمن نام فلا نامت عینہ فمن نام فلا نامت عینہ.

(مصنف عبدالرزاق، رقم ۲۰۳۷)

''نافع نے عبداللہ بن عمر سے روایت کی ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے شہر والوں کو خط لکھا کہ وہ ظہر سورج کے ڈھلنے سے لے کر مثل سایہ تک پڑھیں۔ اور عصر اس وقت پڑھیں، جب سورج ڈوبنے میں اتنا وقت باقی ہو کہ ایک سوار دو یا تین فرسخ چل سکے۔ مغرب سورج ڈوبنے سے رات آنے تک پڑھو۔ اور عشاء شفق کے غیاب سے ایک تہائی رات تک، سنو نماز سے کوئی چیز تمھیں غافل نہ کرے، تو جو کوئی سوئے خدا کرے اس کی آنکھ نہ سو پائے، تو جو کوئی سوئے خدا کرے اس کی آنکھ نہ سو پائے۔''

احادیث باب پر نظر

یہ اثر بھی پچھلی تمام حدیثوں کی طرح نماز کے اوقات میں ایک طرح کا تضاد پیدا کرتا ہے۔ ہم اس باب کی پچھلی روایتوں میں تفصیل سے اس مسئلے پر گفتگو کر آئے ہیں۔ ہمارے خیال میں یہ اثر بھی سبقت الی الخیر ہی کے وقت کو بیان کرتا ہے۔ اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ خیر القرون میں خدا کے حضور حاضری کا وقت خلفاے راشدین کے زمانے میں بھی وہ رہا جو انبیا نے اپنے لیے پسندیدہ قرار دیا۔

حضرت عمر کے زمانے میں نمازوں کے اوقات کوئی غیر معلوم چیز نہیں تھے اور نہ یقیناً انھوں نے صوبوں کے لیے ایسے عمال مقرر کیے ہوں گے جو نمازوں کے اوقات ہی سے ناواقف ہوں گے۔ یہ دراصل محض نماز کی اہمیت اور اس کے پسندیدہ اوقات ہی کا بیان ہے۔ البتہ یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ انھوں نے عمال کو نمازوں کی تاخیر کرنے پر تنبیہ کے لیے یہ خط لکھا ہو۔ اور انھیں حکم دیا ہو کہ اپنی اپنی عمل داری میں ان ان اوقات میں نماز کی جماعت کا اہتمام

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

کریں۔

روایت

یہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا ایک خط ہے۔ اگرچہ یہ حدیث نہیں ہے، مگر نماز کے بارے میں ان کے اس بیان سے سنت کو سمجھنے میں ہمیں مدد مل سکتی ہے۔ اس لیے کہ وہ سنت دینے والے کے براہ راست شاہد تھے۔

رجال حدیث

یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان نہیں ہے۔ یہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا ایک خط ہے، جو انھوں نے اپنے عمال کو لکھا، اس لیے اس کی سند اور رجال پر کسی قسم کی بحث کی ضرورت نہیں ہے۔ اس روایت میں نافع سے براہ راست حضرت عمر کے خط کا ذکر ہے، تو یہ یقیناً انھوں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے سنا ہو گا۔ جیسا کہ دوسری روایتوں کی سند سے معلوم ہوتا ہے۔ (مصنف عبدالرزاق، رقم ۲۰۳۷) اس لیے اگر ان کی ملاقات حضرت عمر سے نہیں بھی ہے تب بھی یہ روایت درست ہے۔ اس لیے کہ وہ یہ نہیں کہہ رہے کہ میں نے حضرت عمر سے سنا، یا ان کو دیکھا۔ وہ تو یہ اطلاع دے رہے ہیں کہ انھوں نے خط لکھا تھا۔ اپنی اطلاع کا ماخذ وہ بتا ہی نہیں رہے ہیں۔

---

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

جاوید احمد غامدی

اخلاقیات

(۲)

گزشتہ سے پیوستہ

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

دوسرا سوال یہ ہے کہ وہ اصل محرک کیا ہے جو انسان کو تزکیۂ اخلاق پر آمادہ کرتا ہے؟ اس سوال کا جواب قرآن نے ان آیتوں میں یہ دیا ہے کہ وہ محرک اسی الہام خیر و شر کی بنا پر انسان کا یہ احساس ہے کہ ان دونوں کے نتائج اس کے لیے یکساں نہیں ہو سکتے۔ وہ محسوس کرتا ہے کہ خیر کے خیر اور شر کے شر ہونے کا شعور اپنے وجود ہی سے اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ ان دونوں کا نتیجہ بھی انھی کے لحاظ سے سامنے آئے۔ اس سے یہ حقیقت اس پر واضح ہوتی ہے کہ وہ کوئی شتر بے مہار نہیں ہے اور اپنے اعمال کے صلے میں اسے لازماً جزا و سزا سے دوچار ہونا ہے۔ قرآن نے اسی کو یہاں مراد کو پہنچنے اور نامراد ہو جانے سے تعبیر کیا ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ خوف و طمع کا ایک احساس انسان کے اندر پیدا ہوتا اور اس بات کا محرک بن جاتا ہے کہ اپنے طبعی رجحانات کے علی الرغم وہ اپنے اخلاق کو پاکیزہ بنائے۔ پھر جب وہ ایمان لے آتا ہے تو یہی احساس خدا سے متعلق ہو جاتا ہے۔ اس وقت قرآن اس سے مطالبہ کرتا ہے کہ اچھے اخلاق کی پابندی اور برے اخلاق سے اجتناب کے لیے اصل محرک اب صرف اس خدا کی محبت، اس کی رضا کی طلب اور اس کی ناراضی کا خوف ہونا چاہیے جو عالم الغیب ہے، دانائے راز ہے، واقف اسرار ہے اور وجود کی ہر حرکت اور قلب و نظر کی ہر جنبش سے پوری طرح باخبر ہے۔ قرآن میں یہ بات کئی جگہ بیان ہوئی ہے۔ اداے حقوق کی تاکید کے بعد ایک موقع پر فرمایا ہے:

فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ، ذٰلِكَ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ، وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ.

(الروم ۳۰:۳۸)

''سو قرابت مند کو اس کا حق دو اور مسکین اور مسافر کو بھی۔ یہ بہتر ہے ان کے لیے جو خدا کی رضا چاہتے ہیں۔ اور یہی ہیں جو فلاح پانے والے ہوں گے۔''

اس کا بہترین نمونہ انبیا علیہم السلام ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں قرآن کا ارشاد ہے:

اَلَّذِیْ یُؤْتِیْ مَالَهٗ یَتَزَکّٰی، وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰٓی، اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰی. (اللیل ۹۲:۱۸۔۲۱)

''جو اپنا مال اس لیے دیتا ہے کہ اسے تزکیہ حاصل ہو، اور جس کی کوئی عنایت بھی کسی پر، اس لیے نہیں ہے کہ اسے بدلہ ملے، بلکہ صرف اپنے خداوند برتر کی خوش نودی کے لیے ہے۔''

یہ بات عام طور پر مانی جاتی ہے کہ اچھے عمل کی بنیاد اچھا ارادہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی 'انما الاعمال بالنیات'[۱۱] (انسان کے اعمال اس کی نیت پر موقوف ہیں) کے بلیغ الفاظ میں یہی بات فرمائی ہے۔ یہ محرک انسان کی اس نیت کو بالکل آخری درجے میں پاکیزہ بنا دیتا ہے۔ چنانچہ اس کا کوئی عمل بھی اس کے بعد فخر، نمایش، ریا اور دکھاوے کے لیے نہیں ہوتا، اور اگر ہوتا ہے تو جلد یا بدیر وہ اس کو ان آلایشوں سے پاک کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

قرآن کی اس تعلیم کا سب سے موثر بیان وہ ہے جسے ابو ہریرہ سے نقل کیا گیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن سب سے پہلے ان لوگوں کا فیصلہ کیا جائے گا جو قرآن کے عالم تھے یا جہاد میں مارے گئے یا جنھیں اللہ تعالیٰ نے مال و دولت سے نوازا تھا۔ انھیں لایا جائے گا، پھر اللہ تعالیٰ اپنی نعمتیں انھیں یاد دلائیں گے۔ وہ ان کا اقرار کریں گے، پھر اللہ تعالیٰ پوچھیں گے: تم ان میں کیا کرتے رہے؟ عالم کہے گا: میں نے علم سیکھا اور سکھایا اور لوگوں کو آپ کی طرف بلانے کے لیے قرآن سناتا رہا؛ مجاہد کہے گا: میں آپ کی راہ میں لڑا اور مارا گیا؛ دولت مند عرض کرے گا: میں نے ہر اس موقع پر خرچ کیا، جہاں آپ خرچ کرنا پسند کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: تم سب جھوٹے ہو۔ تم تو یہ سب اس لیے کرتے رہے کہ لوگ تمھیں عالم اور بہادر اور سخی کہیں۔ سو دنیا میں تمھیں یہ کہہ دیا گیا ہے۔ چنانچہ حکم دیا جائے گا اور وہ منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دیے جائیں گے۔[۱۲]

فلسفۂ اخلاق کا تیسرا اہم سوال یہ ہے کہ اس سعی و عمل کی غایت اور اس کا مقصود کیا ہے؟ اس کے مختلف جوابات

۱۱؎ بخاری، رقم ۱۔ مسلم، رقم ۱۹۰۷۔

۱۲؎ مسلم، رقم ۱۹۰۵۔

لوگوں نے دیے ہیں۔ ایک گروہ کے نزدیک وہ خوشی ہے۔ دوسرے کے نزدیک کمال ہے۔ تیسرے کے نزدیک فرض برائے فرض ہے۔ سورۂ شمس کی ان آیتوں سے یہ بات بھی صاف ہو جاتی ہے کہ قرآن کے نزدیک وہ مقصود تزکیہ ہے جس کے نتیجے میں خدا کی ابدی بادشاہی انسان کو حاصل ہو جائے گی۔ اس میں، اگر غور کیجیے تو علماے اخلاقیات کے جوابات بھی آپ سے آپ شامل ہو جاتے ہیں۔ اس لیے کہ علم و عمل کی پاکیزگی ہی وہ چیز ہے جس سے انسان اپنے کمال کو پہنچتا ہے، حقیقی خوشی بھی اسی سے حاصل ہوتی ہے اور اداے فرض کا عمل بھی اگر کبھی اس درجہ بے غرض ہوتا ہے کہ اسے فرض برائے فرض کہا جا سکے تو اسی سے ہوتا ہے۔ نفس انسانی کا یہی مقام ہے جسے قرآن نے نفس مطمئنہ سے تعبیر کیا اور 'راضية مرضية' کی بشارت دی ہے:

يٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ، ارْجِعِيٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً، فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ، وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ. (الفجر ۸۹: ۲۷۔۳۰)

''اے وہ، جس کا دل (اچھی اور بری، ہر حالت میں اپنے رب سے) مطمئن رہا، اپنے رب کی طرف لوٹ، اس طرح کہ تو اس سے راضی ہے، اور وہ تجھ سے راضی۔ (لوٹ) اور میرے بندوں میں شامل ہو، اور میری جنت میں داخل ہو۔''

استاذ امام امین احسن اصلاحی اس کی وضاحت میں لکھتے ہیں:

''یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تحسین و آفرین کا کلمہ ہے۔ ان لوگوں کو خطاب کر کے ارشاد ہو گا کہ شاباش، تمھارے رب نے جس میدان امتحان میں تمھیں اتارا، اس میں تمھاری بازی نہایت کامیاب رہی۔ اب تم اپنے رب کی طرف اس سرخ روئی کے ساتھ لوٹو کہ تم نے ثابت کر دیا کہ تم ہر طرح کے نرم و گرم حالات میں اپنے رب سے راضی و مطمئن رہے اور ساتھ ہی تمھیں یہ سرفرازی بھی حاصل ہوئی کہ تم اپنے رب کی نظروں میں بھی پسندیدہ ٹھیرے۔ جس طرح تم اپنے رب سے کسی مرحلے میں گلہ مند نہیں ہوئے، اسی طرح تمھارے رب نے تم کو بھی کسی مرحلے میں اپنے معیار سے فروتر نہیں پایا۔ تم اس سے راضی، وہ تم سے راضی۔'' (تدبر قرآن ۹/ ۳۶۲)

[باقی]

---

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

منظور الحسن

اسلام اور مصوری

جاوید احمد غامدی کا نقطۂ نظر

(۲)

مصوری کی شناعت کا ایک پہلو

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

دین اسلام کی اساس توحید ہے۔ مسلمان ہونا درحقیقت اس بات کو تسلیم کرنا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ معبود حقیقی وہی ہے، عبادت اسی کے لیے زیبا ہے اور کسی اور کو یہ مرتبہ حاصل نہیں ہے کہ اس کے سامنے مخلوقات سرنگوں ہوں۔ توحید کا ضد شرک ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ کی ذات، صفات اور حقوق میں دوسروں کو شریک کیا جائے۔ یہ بدترین معصیت ہے۔ قرآن نے اسے ''ظلم عظیم'' سے تعبیر کیا ہے[۶] اور فرمایا ہے کہ یہ اللہ پر جھوٹ باندھنا ہے، اللہ کو منظور ہوا تو وہ ہر جرم معاف کر دے گا، مگر شرک کے جرم کو ہرگز معاف نہیں کرے گا۔ ارشاد فرمایا ہے:

۶۔ لقمان ۳۱: ۱۳۔

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَمَنْ یُّشْرِکْ بِاللّٰہِ فَقَدِ افْتَرٰٓی اِثْمًا عَظِیْمًا. (النساء۴: ۴۸)	''اللہ اس بات کو نہیں بخشے گا کہ اس کا شریک ٹھہرایا جائے۔ اس کے سوا جو کچھ ہے، اس کو جس کے لیے چاہے گا، بخش دے گا۔ اور جو اللہ کا شریک ٹھہراتا ہے، وہ ایک بہت بڑے گناہ کا افترا کرتا ہے۔''

شرک ہی کا ایک مظہر بت پرستی ہے۔ یہ دو اجزا سے مرکب ہے۔ ایک جز وہ ارواح ہیں جنھیں اللہ کی الوہیت میں شریک قرار دے کر نافع و ضار سمجھا جاتا ہے اور دوسرا جز مٹی اور پتھر سے بنے ہوئے وہ بت ہیں جنھیں ان روحوں کے قالب تصور کر کے مسجود بنایا جاتا ہے۔ تاریخ کے اوراق میں اس کا ذکر جا بجا ہے کہ انسانوں کے بہت سے گروہوں نے اپنی دنائت اور پست ہمتی کے باعث وہم کو معبود بنایا اور پیکر محسوس کو مرجع عبادت قرار دیا۔ سیدنا نوح علیہ السلام، سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم جن اقوام کی طرف مبعوث ہوئے انھوں نے بتوں کی پرستش کو ایمانیات کی سطح پر اختیار کر رکھا تھا۔ ان پیغمبروں نے اللہ کی رہنمائی میں اپنی قوموں کو اس ضلالت سے نکالنے کی ہر ممکن کوشش کی۔ چنانچہ بائیبل اور قرآن میں نہایت صراحت کے ساتھ بت پرستی کی شناعت کو بیان کیا گیا ہے۔ احادیث میں تماثیل و تصاویر کی مذمت بھی اسی پہلو سے بیان ہوئی ہے۔ عربوں کے ہاں مصوری کی بیش تر اصناف بت پرستی ہی کے لیے مختص تھیں، لہٰذا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجسموں، شبیہوں اور تصویروں کی صورت میں ان تمام تماثیل کو مٹانے کا حکم دیا جن کی پرستش کی جاتی تھی اور انھیں بنانے والے مصوروں کو ملعون قرار دیا۔

چنانچہ قرآن مجید، بائیبل اور احادیث میں مذکور مصوری کی مذمت اور شناعت سرتاسر شرک کے پہلو سے ہے۔ لہٰذا اس بنا پر اس فن اور اس کی مصنوعات کو علی الاطلاق حرام قرار دینا ان ماخذ دین کے منشا کے منافی ہے۔ ذیل میں قرآن، بائیبل اور حدیث کے ان نمائندہ مقامات کو زیر بحث لایا گیا ہے جن میں مشرکانہ مراسم سے وابستہ تماثیل کی شناعت بیان ہوئی ہے۔

---

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

قرآن مجید اور مصوری کی شناعت

قرآن مجید میں ان تصاویر و تماثیل کے بارے میں سخت وعید آئی ہے جو مشرکانہ مقاصد کے تحت بنائی جاتی تھیں۔ اس کے مختلف مندرجات سے معلوم ہوتا ہے کہ سیدنا نوح علیہ السلام، سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم جن اقوام میں مبعوث ہوئے، وہ شرک کو ایک باقاعدہ مذہب کے طور پر اپنائے ہوئے تھیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ان پیغمبروں کو یہ ہدایت فرمائی کہ وہ انھیں اس ضلالت سے نکالیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مخاطبین اس معاملے میں پچھلی اقوام سے بھی آگے بڑھے ہوئے تھے۔ انھوں نے اپنے لیے نہ صرف نئی تماثیل وضع کر لی تھیں، بلکہ قوم نوح کی قدیم ترین تماثیل کو بھی مرجع عبادت بنالیا تھا۔ انتہا یہ تھی کہ بیت اللہ جیسی روئے زمین کی سب سے مقدس جگہ کو انھوں نے ان مشرکانہ تماثیل سے بھر دیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن نے شرک کی بیخ کنی کا اعلان کیا اور مختلف پہلوؤں سے تماثیل کی بے وقعتی اور شناعت کو واضح کیا۔ اس ضمن میں قرآن کے جملہ مقامات سے یہ بات پوری طرح واضح ہو جاتی ہے کہ تماثیل کی یہ شناعت سرتاسر شرک کے حوالے سے ہے۔ گویا اس کتاب الٰہی نے تماثیل کو نہیں، بلکہ ان کے ساتھ وابستہ ہونے والے مشرکانہ مراسم کو شنیع قرار دیا ہے۔ اس ضمن کے چند نمایاں مقامات حسب ذیل ہیں:

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

تماثیل کی پرستش کی شناعت

وَلَقَدْ آتَیْنَآ اِبْرٰهِیْمَ رُشْدَهٗ مِنْ قَبْلُ وَ کُنَّابِهٖ عٰلِمِیْنَ . اِذْ قَالَ لِأَبِیْهِ وَقَوْمِهٖ مَا هٰذِهِ التَّمَاثِیْلُ الَّتِی أَنتُمْ لَهَا عَاکِفُونَ. قَالُوْا وَجَدْنَا آبَاءَ نَا لَهَا عَابِدِیْنَ . قَالَ لَقَدْ کُنتُمْ أَنتُمْ وَآبَاؤُکُمْ فِی ضَلَالٍ مُّبِیْنٍ ...قَالَ أَفَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا یَنفَعُکُمْ شَیْئًا وَلَا یَضُرُّکُمْ . اُفٍّ لَّکُمْ وَلِمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ.(الانبیاء۲۱:۵۱۔۶۷)

’’اور اس سے پہلے ہم نے ابراہیم کو اس کی ہدایت فرمائی اور ہم اس سے خوب باخبر تھے۔ جبکہ اس نے اپنے باپ اور اپنی قوم کے لوگوں سے کہا کہ یہ کیا مورتیں ہیں جن پر تم دھرنا دیے بیٹھے ہو! انھوں نے جواب دیا کہ ہم نے تو اپنے باپ دادا کو انھی کی عبادت کرتے ہوئے پایا ہے۔ اس نے کہا: تم بھی اور تمھارے باپ دادا بھی ایک کھلی ہوئی گمراہی میں مبتلا رہے ہو... اس نے کہا: کیا خدا کے ماسوا تم ایسی چیزوں کی پرستش کرتے ہو جو تم کو نہ کوئی نفع پہنچا سکیں نہ کوئی ضرر! تف ہے تم پر بھی اور ان چیزوں پر بھی جن کو تم اللہ کے سوا پوجتے ہو! کیا تم لوگ سمجھتے نہیں!‘‘

یہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا اپنی قوم کے ساتھ مکالمہ ہے۔ یہاں تماثیل سے مراد وہ مجسمے اور تصویریں ہیں جن کی پرستش آپ کے والد اور آپ کے خاندان اور قوم کے لوگ کرتے تھے۔ ’ما هذه التماثیل الّتی انتم لها عٰکفون . قالوا وجدنا اٰبآئنا لها عٰبدین‘ (یہ کیا مورتیں ہیں جن پر تم دھرنا دیے بیٹھے ہو! انھوں نے جواب دیا کہ ہم نے تو اپنے باپ دادا کو انھی کی عبادت کرتے ہوئے پایا ہے) کے الفاظ سے واضح ہے کہ آپ کی قوم اور اس کی گزشتہ نسلیں ان تماثیل کو معبود سمجھتی اور ان کی عبادت کرتی تھیں۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے تماثیل کی پرستش کو ایک کھلی ہوئی گمراہی قرار دیا اور ان کے قلب و ذہن کو جھنجوڑتے ہوئے فرمایا کہ تم پر افسوس ہے کہ تم ان پتھروں کی عبادت کرتے ہو جو نہ نفع دینے والے ہیں اور نہ نقصان پہنچانے والے ہیں۔ اس سے واضح ہے کہ یہ آیات نہایت صراحت کے ساتھ اس بات کو بیان کر رہی ہیں کہ ’هذه التماثیل‘ سے مراد اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرائے جانے والے بت اور ان کی شبیہیں اور تصویریں ہیں۔ سورۂ مریم میں

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا وہ خطاب نقل ہوا ہے جو آپ نے اپنے والد سے فرمایا تھا۔ اس سے بھی اسی بات کی وضاحت ہوتی ہے کہ اللہ کے اس برگزیدہ پیغمبر نے تماثیل کو نہیں، بلکہ ان کی پرستش کو شنیع ٹھہرایا۔ ارشاد فرمایا ہے:

اِذْ قَالَ لِأَبِيهِ يَا أَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِي عَنكَ شَيْئًا ... يَا أَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّيْطَانَ إِنَّ الشَّيْطَانَ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ عَصِيًّا . (مریم ۱۹: ۴۲۔۴۶)	''یاد کرو جب اس نے اپنے باپ سے کہا: اے میرے باپ، آپ ایسی چیزوں کو کیوں پوجتے ہیں، جو نہ سنتی ہیں، نہ دیکھتی ہیں اور نہ کچھ آپ کے کام آنے والی ہیں ۔ ... اے میرے باپ، شیطان کی بندگی نہ کیجیے، شیطان خدائے رحمان کا بڑا نافرمان ہے۔''

مولانا امین احسن اصلاحی ان آیات کی وضاحت میں لکھتے ہیں:

''اس حقیقت کی طرف توجہ دلائی ہے کہ آخر اپنے ہی ہاتھوں کی گھڑی ہوئی ان پتھر کی مورتوں کو معبود مان کر ان کی پوجا کرنے کا کیا تک ہے؟ کسی کو معبود بنا لینا کوئی شوق اور تفریح کی چیز نہیں ہے۔ اس کا تعلق تو انسان کی سب سے بڑی احتیاج سے ہے۔ انسان خدا کو اس لیے مانتا اور اس کی عبادت کرتا ہے کہ وہ اس کی دعا و فریاد کو سنتا، اس کے دکھ درد کو دیکھتا اور اس کی ہر شکل میں اس کی دست گیری کرتا ہے۔ آخر یہ آپ کے اپنے ہی ہاتھوں کی گھڑی ہوئی مورتیں جو نہ سنتی ہیں، نہ دیکھتی ہیں، نہ آپ کے کچھ کام آ سکتی ہیں، کس مرض کی دوا ہیں کہ آپ ان کے آگے ڈنڈوت کرتے ہیں۔ یہ گویا شرک کے بدیہی باطل ہونے کی دلیل ہے کہ اس کے باطن سے قطع نظر اس کا ظاہر ہی شہادت دیتا ہے کہ یہ کھلی ہوئی سفاہت اور عقل و فطرت سے بالکل بے جوڑ چیز ہے۔ ... شیطان کو سب سے زیادہ کد اور ضد، جیسا کہ قصۂ آدم و ابلیس سے واضح ہے، توحید کی صراط مستقیم ہی سے ہے۔ اس نے یہ قسم کھا رکھی ہے کہ وہ ذریت آدم کو اس صراط مستقیم سے برگشتہ کرنے کے لیے اپنا پورا زور لگا دے گا اور ان کو شرک میں مبتلا کر کے چھوڑے گا۔ خدائے رحمان کے ایسے کھلے ہوئے باغی کی ایسی وفادارانہ اطاعت درحقیقت اس کی عبادت ہے اور بدقسمت ہے وہ انسان جو خدا کو چھوڑ کر شیطان کی عبادت کرے۔''

(تدبر قرآن ۴/ ۶۵۸)

اس تفصیل سے یہ بات پوری طرح واضح ہو جاتی ہے کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا منفی تبصرہ ان

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

تماثیل کے بارے میں ہے جنھیں ان کی قوم نے معبود بنا رکھا تھا اور اس بنا پر وہ شرک کا بدترین مظہر تھیں۔ چنانچہ آپ کا اظہار برات درحقیقت تماثیل سے نہیں، بلکہ شرک سے ہے۔ سورۂ انعام میں جہاں یہ مکالمہ نقل ہوا ہے، وہاں آپ کا یہ فرمان بھی مذکور ہے کہ: میں ان چیزوں سے بری ہوں جن کو تم شریک ٹھہراتے ہو۔ اور میں تو مشرکوں میں سے نہیں ہوں:

قَالَ يَا قَوْمِ إِنِّي بَرِيءٌ مِّمَّا تُشْرِكُونَ. إِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ حَنِيفًا وَّمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ. (الانعام ۶: ۷۸۔۷۹)

''اس نے (اپنی قوم سے) کہا کہ میری قوم کے لوگو، میں ان چیزوں سے بری ہوں جن کو تم شریک ٹھہراتے ہو۔ میں نے تو اپنا رخ بالکل یک سو ہو کر اس کی طرف کیا ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے اور میں تو مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔''

سورۂ صافات میں بھی سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے اس واقعے کا حوالہ آیا ہے۔ اس موقع پر بھی تماثیل کی پرستش کرنے کی شناعت بیان کی گئی ہے:

قَالَ أَتَعْبُدُونَ مَا تَنْحِتُونَ. وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُونَ. (۳۷: ۹۵۔۹۶)

''اس نے کہا: کیا تم لوگ اپنے ہی ہاتھوں گھڑی ہوئی چیزوں کو پوجتے ہو! اللہ ہی نے پیدا کیا ہے تم کو بھی اور ان چیزوں کو بھی جن کو تم بناتے ہو۔''

مولانا امین احسن اصلاحی ان آیات کی وضاحت میں لکھتے ہیں:

''انھوں نے فرمایا کہ شامت زدو! تم اپنے ہی ہاتھوں کی گھڑی ہوئی، لکڑی اور پتھر کی مورتوں کی پوجا کرتے ہو! اللہ کی پوجا تو اس لیے کی جاتی ہے کہ اس نے ہم کو پیدا کیا ہے، لیکن تمھاری عقل اس طرح ماری گئی ہے کہ تم جن کو خود اپنے ہاتھوں سے تراشتے ہو، انھی کی پوجا کرتے ہو۔ گویا اپنے خالقوں کے خالق تم خود ہو۔ یاد رکھو کہ اللہ ہی ہے جس نے تم کو بھی پیدا کیا ہے اور ان لکڑیوں اور پتھروں کو بھی پیدا کیا ہے جن سے تم اپنے معبودوں کو تراشتے ہو اور ان جنات و ملائکہ کو بھی پیدا کیا ہے جن کے تم پیکر تراشتے ہو۔'' (تدبر قرآن ۶/ ۴۸۲)

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

لات، منات اور عزیٰ کی تماثیل کے بارے میں مشرکانہ عقائد

أَفَرَأَيْتُمُ اللَّاتَ وَالْعُزّٰى . وَمَنَاةَ الثَّالِثَةَ الْأُخْرَى . أَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْأُنثٰى. تِلْكَ إِذًا قِسْمَةٌ ضِيزٰى. إِنْ هِيَ إِلَّا أَسْمَاءٌ سَمَّيْتُمُوهَا أَنتُمْ وَآبَاؤُكُم مَّا أَنزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطَانٍ إِنْ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى الْأَنفُسُ وَلَقَدْ جَاءَهُم مِّنْ رَّبِّهِمُ الْهُدٰى ... اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ لَيُسَمُّوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ تَسْمِيَةَ الْاُنْثٰى . وَمَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا . فَاَعْرِضْ عَنْ مَّنْ تَوَلّٰى عَنْ ذِكْرِنَا وَلَمْ يُرِدْ اِلَّا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا. (النجم ۵۳: ۱۹-۲۳، ۲۷-۲۹)

’’بھلا، کبھی غور کیا ہے لات اور عزیٰ اور منات پر جو تیسری اور درجہ کے اعتبار سے دوسری ہے! تم اپنے لیے بیٹے پسند کرتے ہو اور اس کے لیے بیٹیاں! یہ تو بڑی ہی بھونڈی تقسیم ہے! یہ محض نام ہیں جو تم نے اور تمھارے باپ دادا نے رکھ چھوڑے ہیں، اللہ نے ان کے حق میں کوئی دلیل نہیں اتاری۔ یہ لوگ محض گمان اور نفس کی خواہشوں کی پیروی کر رہے ہیں۔ حالانکہ ان کے پاس ان کے رب کی جانب سے نہایت واضح ہدایت آ چکی ہے... جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے انھی نے فرشتوں کے نام عورتوں کے نام پر رکھ چھوڑے ہیں۔ حالانکہ اس باب میں ان کو کوئی علم نہیں۔ وہ محض گمان کی پیروی کر رہے ہیں اور گمان کسی درجے میں بھی حق کا بدل نہیں۔ تو تم ان لوگوں سے اعراض کرو جنھوں نے ہماری یاددہانی سے اعراض کیا اور جن کا مطلوب دنیا کی زندگی ہی ہے۔‘‘

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

لات، منات اور عزیٰ قریش کی مقبول ترین تماثیل تھیں۔ یہ عرب میں مختلف مقامات پر نصب تھیں۔ اہل عرب ان کی پوجا کرتے، ان کے سامنے نذر و نیاز پیش کرتے اور ان کے تقرب کے لیے انھی کی ساخت پر مجسمے تراش کر اور انھی کی شبیہ پر تصویریں بنا کر اپنے گھروں میں رکھتے تھے۔ مشرکین عرب کے نزدیک یہ درحقیقت فرشتوں کے بت تھے۔ فرشتے ان کے خیال میں اللہ کی بیٹیاں تھے۔ ان کے بارے میں وہ یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ اگر وہ ان کی عبادت کریں گے تو یہ آخرت میں اللہ کے حضور میں ان کی سفارش کریں گی۔ قرآن مجید نے ان کی ان خرافات کو ہر لحاظ سے

ناجائز قرار دیا اور واضح کیا کہ ان تماثیل کی کوئی حقیقت نہیں ہے، اور یہ لات، منات، عزیٰ اور دوسرے بت تو محض نام ہیں جو ان کے باپ دادا نے رکھ چھوڑے ہیں۔ ان کی پرستش کرنے والے درحقیقت اپنے مشرکانہ مذہب کی اساس بے بنیاد گمانوں پر قائم کیے ہوئے ہیں جن کی حق کے مقابلے میں کوئی حقیقت نہیں ہے۔ مولانا امین احسن اصلاحی ان تماثیل کے بارے میں لکھتے ہیں:

''یہ تینوں فرشتوں کے بت تھے۔ فرشتوں کی نسبت مشرکین عرب کا عقیدہ یہ تھا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی چہیتی بیٹیاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی ہر بات مانتا ہے اس وجہ سے وہ اپنے پجاریوں کو اس دنیا میں بھی رزق و اولاد دلواتی ہیں اور اگر آخرت ہوئی تو وہاں بھی یہ ان کو بخشوالیں گی۔ خاص طور پر ان تینوں دیویوں کا ان کے ہاں بڑا مرتبہ تھا۔ ان کی سفارش بے خطا سمجھی جاتی تھی۔ ان کی نسبت ان کا عقیدہ تھا کہ' تلك الغرانيق العلیٰ و ان شفاعتهن لاترتجی' ' یہ بڑے مرتبے کی دیویاں ہیں اور ان کی شفاعت کی قبولیت کی پوری امید ہے۔'

اس بحث میں پڑنے کی ضرورت نہیں ہے کہ قبائل عرب میں سے کون ان میں سے کس کو پوجتا تھا۔ ہو سکتا ہے کہ کسی خاص قبیلہ کو ان میں سے کسی ایک کے ساتھ کچھ زیادہ خصوصیت رہی ہو، لیکن ان کی عظمت تمام مشرکین کے نزدیک یکساں مسلم تھی۔ قریش نے سارے عرب پر اپنی سیاسی و مذہبی پیشوائی کی دھاک جمائے رکھنے کے لیے تمام دیویوں دیوتاؤں کی مورتیاں خانۂ کعبہ میں بھی جمع کر چھوڑی تھیں۔ ان تینوں دیویوں کے پجاریوں کی تعداد چونکہ سارے عرب میں سب سے زیادہ تھی، اس وجہ سے قریش بھی ان کی سب سے زیادہ تعظیم کرتے تھے۔

قرآن کے بیان سے یہ بات بھی واضح ہے کہ یہ تینوں دیویاں اس اعتبار سے اگرچہ ایک ہی زمرہ سے تعلق رکھنے والی تھیں کہ یہ سب عالی مرتبہ خیال کی جاتی تھیں، تاہم ان میں باہم فرق مراتب بھی تھا۔ لات اور عزیٰ کا مرتبہ سب سے اونچا تھا۔ منات اگرچہ زمرہ میں انھی کے اندر شمار ہوتی تھی، لیکن مرتبے کے لحاظ سے یہ ان سے فروتر تھی۔'' (تدبر قرآن ۸/۶۱)

ان دیویوں کے ساتھ عربوں کے تعلق کو بیان کرتے ہوئے مولانا امین احسن اصلاحی نے یہ تبصرہ کیا ہے کہ یہ جزا و سزا سے بچنے کا آسان راستہ ہے جو انھوں نے اپنے تئیں دریافت کر رکھا

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

تھا۔ لکھتے ہیں:

''ان دیویوں کے حق میں ظاہر ہے کہ کوئی عقلی یا نقلی دلیل موجود نہیں تھی، لیکن جزا اور سزا کی ہر خلش سے مامون کر دینے کے لیے شیطان نے ان مشرکین کو یہ فریب دیا کہ فرشتے خدا کی چہیتی بیٹیاں ہیں۔ خاص طور پر اس کی فلاں اور فلاں بیٹیاں اس کو بہت محبوب ہیں۔ وہ ان کی ہر بات سنتا اور مانتا ہے۔ اس کے حضور میں ان کی ہر سفارش تیر بہدف ہے، اس وجہ سے جو ان کی جے پکاریں گے اور ان کے تھانوں پر قربانی پیش کر دیا کریں گے، ان کو وہ خدا سے سفارش کر کے، اس دنیا میں بھی رزق و اولاد سے بہرہ مند کرائیں گی اور اگر آخرت کا کوئی مرحلہ پیش آیا تو وہاں بھی ان کو بڑے درجے دلوائیں گی۔ دیکھیے دنیا اور آخرت دونوں کی فلاح کی کیسی آسان راہ نکل آئی اور آخرت کے حساب و کتاب اور جزا و سزا کا ہر خطرہ کیسی آسانی سے دور ہو گیا۔'' (تدبر قرآن ۸/ ۶۳)

تماثیل کے بارے میں مشرکانہ عقائد کی حقیقت

فَتَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝ اَيُشْرِكُوْنَ مَا لَا يَخْلُقُ شَيْـًٔا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ ۝ وَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ لَهُمْ نَصْرًا وَّلَآ اَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُوْنَ ۝ وَاِنْ تَدْعُوْهُمْ اِلَى الْهُدٰى لَا يَتَّبِعُوْكُمْ سَوَآءٌ عَلَيْكُمْ اَدَعَوْتُمُوْهُمْ اَمْ اَنْتُمْ صَامِتُوْنَ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ عِبَادٌ اَمْثَالُكُمْ فَادْعُوْهُمْ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ اَلَهُمْ اَرْجُلٌ يَّمْشُوْنَ بِهَآ اَمْ لَهُمْ اَيْدٍ يَّبْطِشُوْنَ بِهَآ اَمْ لَهُمْ اَعْيُنٌ يُّبْصِرُوْنَ بِهَآ اَمْ لَهُمْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا قُلِ ادْعُوْا شُرَكَآءَكُمْ ثُمَّ كِيْدُوْنِ فَلَا تُنْظِرُوْنِ ۝ اِنَّ وَلِيِّ اللّٰهُ الَّذِيْ نَزَّلَ الْكِتٰبَ وَهُوَ يَتَوَلَّى الصّٰلِحِيْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَكُمْ وَلَآ اَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُوْنَ ۝ وَاِنْ تَدْعُوْهُمْ اِلَى الْهُدٰى لَا يَسْمَعُوْا وَتَرٰىهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ وَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ ۝ (اعراف ۷: ۱۹۰۔۱۹۸)

''اللہ برتر ہے ان چیزوں سے جن کو یہ شریک ٹھہراتے ہیں۔ کیا وہ ایسی چیزوں کو شریک ٹھہراتے ہیں جو کسی چیز کو پیدا نہیں کرتیں، بلکہ وہ خود مخلوق ہیں اور وہ نہ ان کی کسی قسم کی مدد کر سکتی ہیں اور نہ اپنی ہی مدد کر سکتی ہیں۔ اور اگر تم ان کو رہنمائی کے لیے پکارو وہ تمھارے ساتھ نہ لگیں گی، یکساں ہے خواہ تم ان کو

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

پکارو یا تم خاموش رہو۔جن کو تم اللہ کے ماسوا پکارتے ہو یہ تو تمھارے ہی جیسے بندے ہیں۔ پس ان کو پکار دیکھو، وہ تمھیں جواب دیں اگر تم سچے ہو۔ کیا ان کے پاؤں ہیں جن سے وہ چلتے ہیں، کیا ان کے ہاتھ ہیں جن سے وہ پکڑتے ہیں، کیا ان کی آنکھیں ہیں جن سے وہ دیکھتے ہیں، کیا ان کے کان ہیں جن سے وہ سنتے ہیں؟ کہہ دو، تم اپنے شریکوں کو بلاؤ، میرے خلاف چالیں چل دیکھو اور مجھے مہلت نہ دو۔ میرا کارساز اللہ ہے جس نے کتاب اتاری ہے اور وہ نیکوکاروں کی کارسازی فرماتا ہے اور جن کو تم اللہ کے ماسوا پکارتے ہو، نہ وہ تمھاری ہی مدد کر سکتے ہیں اور نہ اپنی ہی مدد کر سکتے ہیں اور اگر تم ان کو رہنمائی کے لیے پکارو، وہ تمھاری بات نہ سنیں گے اور تم ان کو دیکھتے ہو کہ وہ تمھاری طرف تاک رہے ہیں، لیکن انھیں سوجھتا کچھ بھی نہیں۔''

ان آیات سے حسب ذیل باتیں معلوم ہوتی ہیں:

اولاً، اللہ تعالیٰ ان چیزوں سے پاک اور برتر ہے جنھیں مشرکین اس کی ذات، صفات اور حقوق میں شریک کر کے بیان کرتے ہیں۔ جو لوگ اللہ کے شریک ٹھہراتے ہیں یا اس کے ہاں اولاد کا تصور رکھتے ہیں، وہ اصل میں اس کی صفات الوہیت، شان یکتائی، قدرت، بے نیازی اور اس کے بے پایاں علم کی نفی کا اظہار کرتے اور اس طرح اس کی ذات وصفات کی اہانت کے مرتکب ہوتے ہیں[۷]۔ مولانا امین احسن اصلاحی لکھتے ہیں:

''خدا کی صفات کے ساتھ ایسی صفات کا جوڑ ملانا جو اس کی بنیادی صفات کو باطل کر دیں، بالکل خلاف عقل ہے۔ شرک، جس نوعیت کا بھی ہو، تمام صفات کمال کی نفی کر دیتا ہے، اس وجہ سے خدا ایسی تمام نسبتوں اور شرکتوں سے منزہ اور ارفع ہے۔'' (تدبر قرآن ۳/ ۴۰۸)

ثانیاً، یہ ایسی چیزوں کو اللہ کا شریک ٹھہراتے ہیں جو خالق نہیں، بلکہ انھی کی طرح مخلوق ہیں۔ یعنی یہ کس قدر بے بنیاد بات ہے کہ خدا کی خدائی میں ان چیزوں کو شریک مانا جائے جو کچھ بھی تخلیق کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتیں، بلکہ اللہ کی دیگر مخلوقات ہی کی طرح اس کی مخلوق ہیں۔ خدا کو جب مدد کے لیے پکارا جائے تو وہ پکارنے والے کی مدد کرتا ہے، مگر یہ کسی کی مدد تو کیا کریں گی، خود اپنی مدد کرنے کی استطاعت بھی نہیں رکھتیں۔ چنانچہ ان کو پکارنا اور نہ پکارنا

---

[۷] ماخوذ از تدبر قرآن ۳/ ۳۹۹۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

بالکل یکساں ہے۔ یہ فقط مٹی اور پتھر ہیں اور ان صلاحیتوں سے بھی محروم ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ان کے سامنے گڑگڑانے والوں کو دے رکھی ہیں۔ نہ ان کے پاؤں ہیں کہ چل پھر سکیں، نہ ہاتھ ہیں کہ کسی کو اپنی مرضی کے خلاف عمل کرنے سے روک سکیں، نہ ان کی آنکھیں ہیں کہ نذر و نیاز کو دیکھ سکیں اور نہ کان ہیں کہ آہ و پکار کو سن سکیں۔ سورۂ حج میں اسی بات کو دوسرے انداز میں بیان فرمایا ہے:

یَـا أَیُّهَـا النَّـاسُ ضُـرِبَ مَثَلٌ فَـاسْتَـمِعُوْا لَهُ إِنَّ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِـنْ دُوْنِ اللّٰـهِ لَنْ یَخْلُقُوْا ذُبَابًا وَلَـوِ اجْتَـمَـعُوْا لَـهُ وَإِنْ یَسْلُبْهُمُ الـذُّبَـابُ شَیْئًا لَّا یَسْتَنقِذُوْهُ مِنْهُ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ . مَا قَـدَرُوْا اللّٰـهَ حَقَّ قَدْرِهٖ إِنَّ اللّٰـهَ لَقَوِیٌّ عَزِیْزٌ. (الحج ۲۲: ۷۳-۷۴)

''لوگو! ایک تمثیل بیان کی جاتی ہے تو اس کو توجہ سے سنو! جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو، وہ ایک مکھی بھی پیدا کر سکنے پر قادر نہیں ہیں اگرچہ وہ اس کے لیے سب مل کر کوشش کریں۔ اور اگر مکھی ان سے کوئی چیز چھین لے تو وہ اس سے اس کو بچا بھی نہیں پائیں گے۔ طالب اور مطلوب، دونوں ہی ناتوان! انھوں نے اللہ کی، جیسا کہ اس کا حق ہے، قدر نہیں پہچانی! بے شک، اللہ قوی اور غالب ہے۔''

سورۂ اعراف کی مذکورہ آیات میں قرآن مجید نے ایک طرف ان مخلوقات کی خدا کے مقابلے میں حیثیت کو واضح کیا ہے جن کو اللہ کا شریک سمجھا جاتا تھا اور دوسری طرف ان پتھروں اور مورتوں کی بے چارگی نمایاں کی ہے جنھیں ان مخلوقات کے قالب قرار دے کر پوجا جاتا تھا۔ اس طرح قرآن نے بت پرستی کے ان دونوں اجزا کی اصلیت کو پوری طرح واضح کر دیا ہے۔

---

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

بائیبل اور مصوری کی شناعت

بائیبل میں مصوری کی شناعت کا ذکر اس کے مشرکانہ پہلو ہی سے ہوا ہے۔ اس کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ کنعان اور بابل کے باشندے پتھروں کو تراش کر یا کسی دھات مثلاً سونے کو ڈھال کر مورتیاں بناتے اور ان کی پرستش کرتے تھے۔ وہ ان پر بھروسا کرتے اور ان کے آگے سجدہ ریز ہوتے تھے۔ اس کتاب مقدس کے مطابق اللہ تعالیٰ نے نہایت سختی کے ساتھ ایسی مورتیں بنانے سے منع فرمایا اور ان کے بنانے والوں اور ان کو پوجنے والوں، دونوں کے لیے بربادی کا اعلان کیا۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

مشرکانہ مورتیں اور بت بنانے والوں کے لیے بربادی کا اعلان

یرمیاہ میں اہل بابل کو جنھوں نے بنی اسرائیل کو اسیر بنا رکھا تھا، تنبیہ کرتے ہوئے اس ملک کو ''تراشی ہوئی مورتوں کی مملکت'' کہا گیا ہے اور ان مورتوں کو باطل قرار دے کر ان کی بربادی کا اعلان کیا گیا ہے:

> ''رب الافواج یوں فرماتا ہے کہ بنی اسرائیل اور بنی یہوداہ دونوں مظلوم ہیں اور ان کو اسیر کرنے والے ان کو قید میں رکھتے ہیں۔ اور چھوڑنے سے انکار کرتے ہیں۔ ان کا چھڑانے والا زورآور ہے

رب الافواج اس کا نام ہے۔ وہ ان کی پوری حمایت کرے گا تاکہ زمین کو راحت بخشے اور بابل کے باشندوں کو پریشان کرے... اس کی نہروں پر خشک سالی ہے وہ سوکھ جائیں گی کیونکہ وہ تاشی ہوئی مورتوں کی مملکت ہے اور وہ بتوں پر شیفتہ ہیں... ہر آدمی حیوان خصلت اور بے علم ہو گیا ہے۔ سنار اپنی کھودی ہوئی مورت سے رسوا ہے، کیونکہ اس کی ڈھالی ہوئی مورت باطل ہے۔ ان میں دم نہیں۔ وہ باطل فعلِ فریب ہیں۔ سزا کے وقت برباد ہو جائیں گی۔'' (یرمیاہ ۵۰: ۳۳۔۳۴، ۳۹، یرمیاہ ۵۱: ۱۸۔۱۹)

مورتوں پر بھروسا کرنے والوں کے لیے شرمندگی

یسیعاہ میں بیان ہوا ہے کہ جو لوگ ان مورتوں اور بتوں پر ایمان رکھتے اور انھیں اپنے معبود کا درجہ دیتے ہیں، انھیں بالآخر سخت شرمندگی کا سامنا کرنا پڑے گا:

''جو کھودی ہوئی مورتوں پر بھروسا کرتے اور ڈھالے ہوئے بتوں سے کہتے ہیں تم ہمارے معبود ہو وہ پیچھے ہٹیں گے اور بہت شرمندہ ہوں گے۔'' (یسیعاہ ۴۲: ۱۷)

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

عبادت کی غرض سے مورت بنانے کی ممانعت

احبار اور بعض دوسرے مقامات پر بنی اسرائیل کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ ان کی سلطنت میں بت پرستی پر سخت پابندی ہونی چاہیے اور عبادت کی غرض سے کوئی مورت اور شبیہ نہ بنائی جائے:

''تم اپنے لیے بت نہ بنانا اور نہ کوئی تراشی ہوئی مورت یا لاٹ اپنے لیے کھڑی کرنا اور نہ اپنے ملک میں کوئی شبیہ دار پتھر رکھنا کہ اسے سجدہ کرو اس لیے کہ میں خداوند تمھارا خدا ہوں۔'' (احبار ۲۶: ۱۔۲)

بت پرستی سے ممانعت خدا کی غیرت کا تقاضا

تورات کے بعض مقامات پر جہاں مورتیں بنانے اور خدا کے ماسوا کسی کو معبود بنانے کا ذکر ہوا ہے، وہاں ان مشرکانہ افعال پر تنبیہ کرتے ہوئے خدا کی صفت غیرت کا حوالہ دیا گیا ہے۔ اس سے واضح ہے کہ شرک اختیار کرنا درحقیقت توحید کی عمارت کو منہدم کرنے کی سازش اور اللہ کی

غیرت کو للکارنے کے مترادف ہے:

''تا نہ ہو کہ تم بگڑ کر کسی شکل یا صورت کی کھودی ہوئی مورت اپنے لیے بنا لو جس کی شبیہ کسی مرد یا عورت یا زمین کے کسی حیوان یا ہوا میں اڑنے والے پرندے یا زمین کے رینگنے والے جان دار یا مچھلی سے جو زمین کے نیچے پانی میں رہتی ہے ملتی ہو۔ یا جب تو آسمان کی طرف نظر کرے اور تمام اجرام فلکی یعنی سورج اور چاند اور تاروں کو دیکھے تو گمراہ ہو کر انھی کو سجدہ اور انھی کی عبادت کرنے لگے جن کو خداوند تیرے خدا نے روئے زمین کی سب قوموں کے لیے رکھا ہے... سو تم احتیاط رکھو تا نہ ہو کہ تم خداوند اپنے خدا کے اس عہد کو جو اس نے تم سے باندھا ہے بھول جاؤ اور اپنے لیے کسی چیز کی شبیہ کی کھودی ہوئی مورت بنا لو جس سے خداوند تیرے خدا نے تجھ کو منع کیا ہے، کیونکہ وہ خداوند تیرا خدا بھسم کرنے والی آگ ہے۔ وہ غیور خدا ہے۔'' (استثنا ۴: ۱۶۔۲۰، ۲۴۔۲۵)

''میرے حضور تو غیر معبودوں کو نہ ماننا۔

تو اپنے لیے کوئی تراشی ہوئی مورت نہ بنانا۔ نہ کسی چیز کی صورت بنانا جو اوپر آسمان میں یا نیچے زمین پر یا زمین کے نیچے پانی میں ہے۔ تو ان کے آگے سجدہ نہ کرنا اور نہ ان کی عبادت کرنا کیونکہ میں خداوند تیرا خدا غیور خدا ہوں۔'' (خروج ۲۰: ۳۔۶)

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

مصور پر لعنت

تورات میں ایسے آدمی پر لعنت کی گئی ہے جو مورت بنا کر اسے پرستش کی غرض سے کسی مقام پر نصب کرے۔ استثنا میں ہے کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے لاویوں کو یہ حکم دیا کہ وہ بنی اسرائیل کے سب لوگوں سے کہیں:

''لعنت اس آدمی پر جو کاری گری کی صنعت کی طرح کھودی ہوئی یا ڈھالی ہوئی مورت بنا کر جو خداوند کے نزدیک مکروہ ہے اس کو کسی پوشیدہ جگہ میں نصب کرے۔'' (استثنا ۲۷: ۱۵)

بتوں کی بے وقعتی

زبور میں بتوں کی بے ثباتی اور بے وقعتی کو نہایت دل نواز انداز میں بیان کیا گیا ہے:

’’قومیں کیوں کہیں

اب ان کا خدا کہاں ہے؟

ہمارا خدا تو آسمان پر ہے۔

اس نے جو کچھ چاہا وہی کیا۔

ان کے بت چاندی اور سونا ہیں

یعنی آدمی کی دستکاری۔

ان کے منہ ہیں پر وہ بولتے نہیں۔

آنکھیں ہیں پر وہ دیکھتے نہیں۔

ان کے کان ہیں پر وہ سنتے نہیں۔

ناک ہیں پر وہ سونگھتے نہیں۔

ان کے ہاتھ ہیں پر وہ چھوتے نہیں۔

پاؤں ہیں پر وہ چلتے نہیں

اور ان کے گلے سے آواز نہیں نکلتی۔

ان کے بنانے والے ان ہی کی مانند ہو جائیں گے۔

بلکہ وہ سب جو ان پر بھروسا رکھتے ہیں۔

اے اسرائیل! خداوند پر توکل کر۔

وہی ان کی کمک اور ان کی سپر ہے۔

اے ہارون کے گھرانے! خداوند پر توکل کرو۔

وہی ان کی کمک اور ان کی سپر ہے۔

اے خداوند سے ڈرنے والو! خداوند پر توکل کرو۔

وہی ان کی کمک اور ان کی سپر ہے۔‘‘ (زبور ۱۱۵: ۳۔۸)

[باقی]

---

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

ساجد حمید

صبر کیا ہے، اسے کیسے حاصل کریں؟

(۴)

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

مواقع صبر

اس دنیا میں ہم پر خوشی آئے یا غم ہم آزمایش میں ہیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ ہمیں ہر آزمایش میں صبر کرنا ہے، یعنی صحیح رائے و عمل اور اخلاق پر قائم رہنا ہے تو اصل بات یہی ہے۔ ہماری مراد یہ ہے کہ آپ ہر لحظہ آزمایش میں ہیں، جب آپ پر خوشی آئے تو آپ نے اس خوشی میں بھی صحیح رائے و عمل اور اخلاق پر قائم رہنا ہے۔ اور جب آپ پر غم آئے تو تب بھی۔ دنیا کی ساری آزمایشوں کا استقصا ممکن ہے، مگر ہم اس کے چند اہم پہلوؤں کو آگے بیان کریں گے تاکہ آپ کے سامنے اس کے چند پہلو آجائیں۔ پہلے ہم عملی زندگی سے متعلق کچھ اہم آزمایشیں بیان کریں گے اور بعد میں ذہنی آزمایشوں سے متعلق۔

عملی آزمایشیں

صدمہ و مصیبت

صبر کے مواقع میں سب سے عام صدمہ کا موقع ہے۔ صدمے کئی قسم کے ہو سکتے ہیں۔ جیسے قرآن نے ان کا احاطہ کیا ہے کہ ’نقص من الاموال و الانفس و الثمرات‘ (البقرہ ۲: ۱۵۵) یعنی

۱۔ مال

۲۔ جان اور

۳۔ ثمرات میں کمی کر کے۔

کمی کرنے کے دو پہلو ہیں۔ کم دینا اور دیے ہوئے میں سے چھین لینا۔ مثلاً مال میں کمی سے مراد چوری ڈاکے اور اس طرح کے کسی حادثے سے دوچار کر کے دیے ہوئے مال کو چھین لینا بھی ہے اور غریب رکھنا بھی ہے۔

جان میں کمی سے مراد کسی عزیز کی جان لینا۔ جیسے ماں باپ، بیوی بچوں یا بھائی بہنوں کی وفات بھی ہے اور اولاد وغیرہ سے محروم رکھنا بھی۔

اسی طرح ثمرات میں کمی سے مراد آدمی کی محنت کے پھل لانے میں توقع سے کم پھل لانا ہے، یا بالکل ہی ضائع ہو جانا ہے۔ جیسے سورۂ قلم میں ایک مثال میں یہ بتایا گیا ہے کہ چند دوستوں کے باغ کو رات کے وقت کسی آفت نے آلیا اور اسے راکھ کر کے رکھ دیا تھا۔ ثمرات میں تمام وہ چیزیں آجائیں گی جن میں محنت کے بعد کسی چیز کو حاصل کیا جانا مقصود ہو۔ جیسے فصل کی کاشت، کاروبار کا نفع، معاشرے میں کسی منصب و مقام کی طلب، میدان جنگ یا کھیل میں شکست وغیرہ۔ صدمات کے بالعموم یہی تین پہلو ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ بہت سارے پہلو ہو سکتے ہیں، جیسے کسی خواہش کا پورا نہ ہونا جس کے حصول کے لیے محنت نہ کی گئی ہو وغیرہ۔ مگر ان کی حیثیت توابع کی سی ہے۔

اللہ تعالیٰ ان تمام چیزوں میں ہمیں آزمانے کے لیے یا دوسرے کئی اور مقاصد کے لیے چھوٹے بڑے صدمات سے دوچار کرتے ہیں۔ ہمیں ان صدمات میں کامیابی کے لیے صبر کرنا ہے۔ اور صبر میں بنیادی مطلوب یہی ہے کہ ہم ایمان و تقویٰ اور اخلاق پر قائم رہیں۔

احادیث میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بیان مروی ہے کہ 'الصبر عند صدمة الاولی'، صدمات میں صبر یہ نہیں ہے کہ رونے پیٹنے اور خدا سے شکوہ شکایت کے بعد صبر کیا جائے، بلکہ صبر یہ ہے کہ صدمہ کے آغاز ہی میں صبر کیا جائے۔

اس منزل کو پانے کے لیے یہ ضروری ہے کہ ہم یہ جان لیں کہ یہ صدمات ہمارے لیے لکھی گئی تقدیر کا حصہ ہیں۔ یہ ہمارے بارے میں ہمارے رب کا فیصلہ ہے۔ اس کا فیصلہ جس نے ہمیں زندگی دی ہے۔ طرح طرح کی نعمتوں سے نوازا ہے۔ مال و اولاد دی ہے۔ کاروبار اور کاشت میں برکت دی ہے اس نے اگر آج کوئی چیز چھین لی ہے تو کیا ہوا۔ اسی نے دیا تھا اسی نے لے لیا۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

مصیبت سے مراد ہر وہ چیز ہے جو ہمارے لیے باعث تکلیف ہے۔ قرآن مجید نے سورۂ بقرہ میں ان کو دو جگہ بیان کیا ہے۔ واضح رہے کہ درج ذیل سورۂ بقرہ کی آیت ۱۵۵ میں جس امتحان کا ذکر ہے وہ اگرچہ براہ راست صحابہ رضوان اللہ علیہم سے متعلق ہے۔ ہم یہاں صرف اس لیے اس کا ذکر کر رہے ہیں کہ مصیبت کے پہلو ہمارے سامنے آجائیں:

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَ نَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ، وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ. (البقرہ ۲: ۱۵۵)

''بے شک ہم تمھارا امتحان کریں گے، کسی قدر خوف، بھوک، اور مالوں، جانوں اور پھلوں کی کمی سے۔ اور ثابت قدموں کو خوش خبری سنا دو۔''

دوسرے مقام پر یوں بیان آیا ہے:

وَالصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَأْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَ حِيْنَ الْبَاْسِ. (البقرہ ۲: ۱۷۷)

''وہ لوگ جو فقر و فاقہ، جسمانی تکالیف، اور جنگ میں ثابت قدم رہنے والے ہوں۔''

یعنی مصیبت خوف (اور ذہنی تکالیف)، بھوک (فقر و فاقہ)، مال و ثمرات میں کمی، جان (اور جنگ و جہاد کی سختی) اور جسمانی تکالیف مراد ہیں۔ یہ بھی صدمات کی طرح آزمایش کے لیے آتی ہیں۔ جو لوگ مصائب پر صبر کرتے ہیں ان کے لیے اعلیٰ مقامات اور جنت کی خوش خبری ان آیات میں دی گئی ہے۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

برا رویہ سامنے آنا

بسا اوقات ہم لوگوں کے ساتھ نیکی کرتے ہیں، مگر وہ ہمارے ساتھ اچھے رویے سے پیش نہیں آتے۔ یا ایسے لوگ بھی مل جاتے ہیں کہ جان پہچان کے نہ ہونے کے باوجود نہایت برے طریقے سے ملیں گے۔ یا جن کے ساتھ ہماری واقفیت تو ہے، مگر ان کا رویہ ہمارے ساتھ برا ہو۔ ایسے مواقع پر صبر سے مراد حلم و بردباری سے کام لینا ہے۔

دوسروں کو معاف کرنا اور مناسب موقع پر ان کی اصلاح کرنا یہ آپ پر لازم ہے۔ جن لوگوں کا رویہ آپ کی کسی غلطی یا رویے سے برا ہوا ہے، ان سے آپ کو معافی کا خواست گار ہونا چاہیے۔ اور جن لوگوں نے آپ کو بلاوجہ برے ہاتھوں لیا ہے، ان سے درگزر کا رویہ ضروری ہے۔ قرآن مجید کا فرمان ہے:

''جس نے صبر کیا، اور معاف کر دیا تو بے شک ایسا کرنا کارِ عزیمت ہے۔'' (الشوریٰ ۴۲: ۴۳)

اس آیت میں قرآن مجید نے نہ صرف یہ کہ یہ تسلیم کیا ہے کہ ایسا کرنا ایک نہایت مشکل کام ہے، بلکہ یہ بھی کہا ہے کہ یہ عزیمت کے کاموں میں سے ہے۔ گویا ایسا کرنے والا صاحب عزیمت ہے اور اسے اجر و ثواب بھی اتنا ہی

زیادہ ملے گا۔

ہماری زندگی کے کئی دائرے ہیں، مثلاً گھر، بازار، دفتر، معاشرہ وغیرہ ان سب میں ہمیں مختلف مواقع پر برے رویوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ جیسے گھر میں آپ کی حیثیت میاں کی ہو یا بیوی کی، ماں کی ہو یا باپ کی، ساس کی ہو یا بہو کی، والد کی ہو یا بیٹے کی، والدہ کی ہو یا بیٹی کی ہر صورت میں کسی نہ کسی وقت ہمیں کسی غلط رویہ کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ان غلط رویوں پر ہمارا معاملہ حکمت و دانائی کے ساتھ اصلاح کرنے کا ہے یا ضبط و حوصلہ کے ساتھ درگزر کرنے کا ہے۔

باطل کا ظہور

ہماری زندگیوں میں کبھی یہ صورت آ سکتی ہے کہ حق پر قائم رہنا ممکن نہ ہو۔ ایسی صورت بالعموم فتنہ اور طوائف الملو کی کے زمانے میں پیدا ہوتی ہے۔ ہمارے لیے اس میں دو اسوہ ہیں۔ ایک انبیا کرام کا اور دوسرا اصحاب کہف کا (الکہف ۵:۷۰)۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

پہلا رویہ اصلاح کی کوشش کا ہے۔ اور دوسرا اسوہ ان لوگوں کا ہے جن کے لیے نہ اصلاح کرنا ممکن رہا اور نہ اپنے فتنہ زدہ معاشرے میں قیام کے دوران میں حق پر قائم رہنا ممکن رہا۔ حدیث میں بھی انھی دونوں رویوں کا پتا چلتا ہے۔

مصلح کا رویہ

فتنہ زدہ معاشرے میں رہتے ہوئے ہماری بنیادی ذمہ داری یہ ہے کہ ہم اس کی اصلاح کریں۔ اس اصلاح کو ہمیں اپنی موت تک باقی رکھنا ہے، الا یہ کہ اس معاشرے میں قیام کے معنی ہی یہ ہو جائیں کہ ہمیں ایمان اور نیکی کو ترک کرنا پڑے۔ تو اس صورت میں بلاشبہ احادیث مبارکہ میں بھی آیا ہے کہ اصحاب کہف والا رویہ اختیار کیا جائے، مگر جب آپ آزادی سے ہر مذہبی عمل کر سکتے ہوں۔ اس وقت تک آپ پر معاشرے کی اصلاح کی ذمہ داری ہے۔ نہ صرف یہ کہ آپ اپنے آپ کو صالح رکھیں، بلکہ اپنے ماحول میں تواصی بالحق کی ذمہ داری ادا کر کے اسے نیکی پر قائم رکھنے کی کوشش کریں۔ یہ عام آدمی کی ذمہ داری ہے علما اور حکومت کی ذمہ داری اس سے بڑھ کر ہے وہ انھیں ادا کرنی ہے۔

اصحاب کہف کا رویہ

اصحاب کہف نے اپنا ملک اس وقت چھوڑا اور غار میں پناہ لی جب ساری قوم ان کے درپے آزار ہو گئی تھی۔ ایسی

صورت کے بغیر یا اس صورت کے بغیر جو احادیث میں بیان ہوئی ہے کہ آدمی کا ایمان پر قائم رہنا ہی ناممکن ہو جائے تو اس وقت اپنے ملک و علاقے کو چھوڑنا چاہیے ورنہ جہاں اللہ نے پیدا کیا اور پالا پوسا ہے اصل میں آپ کا مورچہ وہی ہے۔ اس میں خدا کے حضور جواب دہی میں سرخ روئی کے لیے جو ہو گا کیا جائے۔

یہاں یہ بات بھی واضح رہے کہ اس دور میں یہ فتنہ بہت زیادہ ہو گیا ہے کہ لوگ خدا کے دین کی خدمت بھی اپنی مرضی سے کرنے لگے ہیں۔ دراصل خدا کے دین کی خدمت خدا کے بتائے ہوئے طریقے سے کرنا ہو گی۔ اگر خدا نے اپنے دین کی خدمت کا کوئی طریقہ نہ بتایا ہوتا تو یقیناً ہر آدمی کو اس بات کا حق تھا کہ وہ جس طرح سے چاہے دین کی خدمت کرے، مگر جب اللہ تعالیٰ نے اس کے بارے میں ہدایت دے دی ہے تو ہمیں اسی طریقے سے اس کی خدمت کرنی چاہیے۔

حرص وطمع

انسان کی سرشت میں حرص کو رکھا گیا ہے۔ یہ چیز اسے آزمانے کے لیے دی گئی ہے۔ یہ حرص روٹی کپڑے سے لے کر سلطنت کے حصول تک ہو سکتی ہے۔ ایسی صورت میں صبر یہ ہے کہ آپ اپنے اخلاق اور دین کے دائرے سے نکلے بغیر اپنی منزل کو پاؤ۔ اس خواہش میں نہ اپنا وقار داؤ پر لگاؤ اور نہ کسی کی پگڑی پونجی۔ پوری ہوشیاری اور دیانت داری کے ساتھ اپنی تمنا کے برلانے کی جدوجہد کرو۔ ظلم وستم اور قتل و غارت اور دوسروں کے مال و دولت کے سہارے ایسا نہ کرو۔

ایک شان دار مومن برحق کی طرح ہر ہر قدم نہایت احتیاط سے اٹھاؤ اور نہایت احتیاط سے رکھو۔ تمھاری نظر اگر سلیمان علیہ السلام کی طرح چیونٹیوں تک جاتی ہو تو ان کا بھی لحاظ کرو۔ ہر وقت انتہائی اقدام پر ہی نظر نہ ہو اگر مسائل کا حل اور فتنوں کا سد باب کسی اور طریقے سے بھی ممکن ہو تو ذوالقرنین کی طرح دیوار بنانے جیسے راستے اختیار کرو۔

اپنی تمناؤں کو بھی حق پرستی سکھاؤ۔ تمنائیں جائز بناؤ۔ ان پر بھی اخلاق و شریعت کے پہرے بٹھاؤ۔ اپنی نظر صرف چند روزہ خواہشات پر نہ رکھو، بلکہ اپنا مطمح نظر جنت کو بناؤ۔ یہاں بڑی سے بڑی نعمت بھی عارضی ہے، اور چھوٹی سے چھوٹی خوشی بھی عارضی۔ اسی طرح بڑی سے بڑی ناکامی بھی عارضی ہے اور چھوٹی سے چھوٹی ناکامی بھی۔ اس لیے یہاں کی ناکامیوں اور کامیابیوں کو اتنی اہمیت نہ دو کہ تم ایمان و راستی کو ترک کر دو یا امید اور خدا شناسی سے محروم ہو جاؤ۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

ترغیبات

اس دنیا کا نظام ایسا بنایا گیا ہے کہ اس میں حق کی ترغیبات بھی رکھ دی گئی ہیں اور باطل کی بھی۔ ہر علاقے اور ملک وقوم میں حق کے داعی بھی مل جائیں گے اور باطل کے بھی۔ تمھیں ہمیشہ داعیان حق کی بات پر لبیک کہنا ہے۔ باطل کے داعی رات کے پردوں میں چھپ کر اور دن کے اجالوں میں بھیس بدل بدل کر تمھاری طرف آئیں گے۔ تمھیں سچی جھوٹی ترغیبات دیں گے تمھارے نفس ان کی دعوت پر لبیک کہنے کے لیے وسوسوں سے متاثر ہوں گے، مگر تمھیں اپنے ضمیر کو زندہ و بیدار رکھنا ہے۔ اس کے فیصلے کو ماننا ہے۔ اس لیے کہ یہ بھی خدا کی ہدایت کے مطابق فیصلے کرتا ہے۔

اس دنیا میں قدم قدم پر آزمایش کے لیے ترغیبات رکھ دی گئیں ہیں۔ زندگی کے سفر میں ہر موڑ پر آپ دوراہے پر کھڑے ہوتے ہیں۔ ایک راہ دنیا کی طرف جاتی ہے اور دوسری آخرت کی طرف۔ ایک دامن پکڑ کر روک رہی ہوتی ہے اور دوسری اپنی کشش سے کھینچ رہی ہوتی ہے۔ 'ایماں مجھے روکے ہے تو کھینچے ہے مجھے کفر' کی کیفیت ہر وقت آپ کے لیے آزمایش کا موقع پیدا کیے رکھتی ہے۔

ان ترغیبات کے جواب میں پھونک پھونک کر قدم رکھنا اور اپنے اخلاق، عمل اور ایمان کو محکم رکھنا ہی صبر ہے۔ کوئی ترغیب آپ کو یوں کھینچ کر حق سے دور نہ لے جائے کہ اس کی خاطر آپ غلط راہوں پر نکل جائیں۔ ترغیبات کی طرف بڑھتے ہوئے صرف یہ خیال رکھیے کہ میرے دین و اخلاق اور عقیدے کے لیے درست ہے۔ یہاں صبر کے یہی معنی ہیں کہ ترغیبات کو ضرور لبیک کہیں، نعمتوں اور رزق کے حصول کے لیے ضرور جدوجہد کریں، اور بلند سے بلند مقاصد کے لیے دوڑ لگائیں، مگر جو کچھ بھی کریں وہ اس جگہ سے آپ کو ہلانے نہ پائے کہ آپ اچھے انسان نہ رہیں اور خدا کے بندوں کی صف سے نکل جائیں۔

نعمتوں کی تقسیم

اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں آزمایش کے لیے نعمتیں دینے میں فرق رکھا ہے۔ کسی کو امیر بنایا ہے تو کسی کو غریب، کسی کو کم دیا ہے اور کسی کو زیادہ، کسی کو ذہین بنایا ہے مگر وسائل نہیں بخشے، کسی کو سادہ لوح بنایا ہے تو اسے ڈھیروں مال دے دیا ہے، کسی کو حسن بخشا ہے تو کسی کو بدشکلی، کوئی صحت مند ہے تو کوئی معذور و بیمار، کوئی طاقت ور ہے تو کوئی کمزور، کوئی نڈر ہے تو کوئی بزدل، کسی کو احساس کم تری ہے تو کسی کو احساس برتری۔ اس سب کچھ کے خدا کی نظر میں ڈھیروں

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

فائدے اور حکمتیں ہیں۔ کچھ کو ہم سمجھ سکتے ہیں اور کچھ کو نہیں، مگر اس سب کچھ کے ساتھ دراصل ہمیں صابر و شاکر رہنا ہے۔

اگر آپ کو کوئی نعمت ملی ہے تو اس میں آپ کا کوئی کمال نہیں ہے۔ اس پر تکبر و گھمنڈ بے جا ہے اس لیے کہ اللہ نے آپ کو اس لیے یہ سب کچھ دیا ہے کہ وہ آپ کو آزمائے۔ اور اگر آپ کو کوئی نعمت نہیں ملی یا آپ غریب ہیں، اور پوری محنت اور لگن سے کام کرنے کے باوجود خوش حالی نصیب نہیں ہوئی تو اس میں یہ جان رکھیے کہ اللہ نے آپ کو اسی لیے چنا ہے کہ وہ آپ کو غریب رکھ کر آزمائے۔ اس بات کو سمجھانے کے لیے ہم نے ایک چھوٹی سی کتاب اسی موضوع پر لکھی ہے کہ ''ہم پر مشکلیں کیوں آتی ہیں''۔ اس کا مطالعہ یقیناً آپ کو تسلی دے گا اور یہ بات آپ کو سمجھ آئے گی کہ ہم اس دنیا میں مختلف حالات میں کیوں رکھے جاتے ہیں۔

قرآن مجید نے یہ بات سمجھائی ہے کہ فقر و فاقہ اور مقام و مرتبہ میں بڑا چھوٹا ہونا سب آزمایش کے لیے ہے۔ اگر آپ اپنے گھر پر ہی نگاہ ڈالیں تو اس میں غریبی اور امیری کے بغیر بھی چھوٹے اور بڑے کا فرق رکھا گیا ہے۔ باپ اور ماں گھر میں سب سے بڑے ہیں، بیٹے اور بیٹیاں ان سے چھوٹی ہیں، حالانکہ یہاں امیری اور غریبی کا کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ یہ سب فرق دراصل کسی کو استحقاق اور قابلیت کی بنا پر نہیں، اور نہ اس وجہ سے ہیں کہ کوئی اللہ کا پسندیدہ بندہ ہے یا ناپسندیدہ، بلکہ اس کی وجہ آزمایش ہے۔

اس لیے اگر آپ کو نعمتیں ملیں ہیں تو صبر یہ ہے کہ آپ اللہ کے بندے رہیں، اس کا شکر کریں دوسروں کو حقیر نہ سمجھیں۔ اور اگر آپ کو نعمتیں اتنی نہیں ملیں تو مایوس نہ ہوں، اللہ سے ناراض ہو کر اس کو چھوڑ نہ دیں۔ اور نہ ایسے لوگوں کو تلاش کریں کہ جن کے بارے میں آپ کا خیال ہے کہ وہ شاید خدا کا فیصلہ تبدیل کرا کے آپ کو امیر بنا دیں گے۔ کھلے دل کے ساتھ اور دیانت داری سے محنت کریں حلال روزی گھر کما کر لائیں اور وہ جنت کمائیں جس کا فیصلہ آپ کے استحقاق پر ہونا ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہاں تو آپ کو بہت مل جائے، مگر جہاں استحقاق کی بنا پر ملنا ہے اور جو آپ کی محنت کے ثمرہ کے طور پر آپ کو حاصل ہونا ہے اس میں آپ پیچھے رہ جائیں۔ اور نہ ایسا ہونا چاہیے کہ آپ کو یہاں کم ملا ہے اور اسی خیال اور شکوہ میں آپ اپنی زندگی کی اس مہلت کو ضائع کر دیں، اور آپ کو وہاں بھی محرومی ہو۔ اور اس میدان میں بھی آپ پیچھے رہ جائیں جہاں آپ کو محنت کا معاوضہ ملنا ہے اور جس پر آپ فخر بھی کر سکیں۔

آپ نے یہ زندگی ایسے گزارنی ہے کہ آپ اس میدان میں کامیاب ہو جائیں جس میں آپ کو آپ کے کیے کا پھل ملے گا۔ اور وہ میدان آخرت کا میدان حشر ہے۔ یہ واضح رہے کہ اس دنیا کا مقابلہ بے معنی ہے۔ اس لیے کہ یہ

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

دنیا محنت کے اصول پر اصلاً نہیں ملی۔ اس میں اصل چیز آزمایش ہے۔ محنت اپنا رنگ ضرور لاتی ہے، مگر آزمایش کے دائرے سے نکل نہیں سکتی۔ اس میں ضرور وہ پہلو ہوں گے کہ آپ آزمایش میں مبتلا رہیں، خواہ آپ ان کو محسوس کریں یا نہ کریں۔ غربت نہ سہی غریب آپ کے گھر کا دروازہ ضرور کھٹکھٹائے گا۔ وہ بھیک مانگنے آئے گا اور شریعت آپ کو پکارے گی کہ سائل کو اپنے مال میں سے اس کا حق ادا کرو۔ دین پکارے گا کہ اس کی نصرت کرو، ملت مدد کے لیے پکارے گی، کہ اس کو اٹھانے کے لیے آگے بڑھو۔ اگر آپ اس کی پکار پر اٹھ گئے تو آپ کامیاب ٹھہرے۔

اگر آپ غریب ہوں تو ہوسکتا ہے کہ آپ محض اس خیال سے کہ مجھ پر ظلم ہوا ہے۔ آزمایش میں ناکام رہ جائیں۔ یاد رکھیے اگر آپ کو فاقے آئیں، آپ بھوکوں مر جائیں تو یہ بھی آپ پر ظلم نہیں ہے۔ اس لیے کہ یہ آزمایش ہے، اللہ تعالیٰ اپنے علم کی بنا پر آپ پر اسی قدر بوجھ ڈالیں گے جو آپ اٹھا سکیں، اور دوسرے یہ کے ان چندروزہ فاقوں کے عوض ہوسکتا ہے آپ کو ایسی زندگی ملے جس سے آپ کے یہ سارے غم ڈھل جائیں۔ جیسے ایک تکلیف دہ آپریشن کے بعد آپ کو آرام مل جائے۔ اس آپریشن کو کوئی ظلم قرار نہیں دے گا۔

[باقی]

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

ریحان احمد یوسفی

ہم ویلنٹائن ڈے پر کیا کرتے ہیں؟

جنس (sex) کا داعیہ ایک بنیادی انسانی جبلت (Instinct) ہے۔ انسانی زندگی میں اس کی اہمیت یہ ہے کہ جنسی جذبے کے بغیر نسل انسانی آگے نہیں بڑھ سکتی۔ جنس کے بغیر صرف ایک نسل بعد پوری انسانیت دم توڑ دے گی۔ یہی جذبہ مرد و عورت کو مجبور کرتا ہے کہ وہ باہم اکٹھے ہوں اور خاندان کا ادارہ تشکیل دیں۔ خاندان نہ ہو تو معصوم بچے اور ناتواں بزرگ زمانے کی سختیوں کو جھیلنے کے لیے تنہا رہ جائیں گے۔ مرد و زن کے اس تعلق کی ایک اور بڑی اہمیت بھی ہے۔ دوسری تمام نعمتوں کی طرح یہ بھی انسانوں کو خالق کائنات کی ان بے کراں عنایات کا ایک ادنیٰ سا تعارف کراتا ہے جو اس نے جنت کی ابدی زندگی میں ان کے لیے تیار کر رکھی ہیں۔

مگر انسانوں میں جنس کا یہ داعیہ (Motivation) اپنے ان مقاصد تک محدود نہیں رہتا۔ شیطان انسان کی راہ میں بیٹھتا ہے اور خود اس جذبے کو ایک مقصود بنا دیتا ہے۔ اس کا سب سے بڑا نمونہ مغربی معاشروں کی شکل میں ہمارے سامنے موجود ہے۔ وہاں حیا کا فطری جذبہ بہت محدود اور عفت و عصمت (Chastity) ایک قدر کے طور پر باقی نہیں رہے۔ میاں بیوی کا محدود اور پاکیزہ تعلق مرد و زن کے بے قید شہوانی تعلق میں بدل چکا ہے۔ اس تعلق میں دو انسان ''رفع حاجت'' کے لیے باہم ملاقات کرتے ہیں اور دل بھر جانے کے بعد اگلے سفر پر روانہ ہو جاتے ہیں۔

ویلنٹائن ڈے اس آزاد تعلق کو منانے کا دن ہے۔ اس کی ابتدا کے متعلق یقین سے نہیں کہا جا سکتا کہ یہ بت پرست رومی تہذیب سے شروع ہوا یا تثلیث کے فرزندوں کی پیداوار ہے، مگر اس کا فروغ ایک ایسے معاشرے میں ہوا جہاں حیا کی موت نے ہر 'Love Affair' کو 'Lust Affair' میں بدل دیا ہے۔ مغرب کا یہ تحفہ اب کرسمس کے بعد دنیا

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

کا سب سے زیادہ مقبول تہوار بن چکا ہے۔ ہر گزرتے سال، میڈیا کے زیر اثر، ہمارے ملک میں بھی اس کی مقبولیت میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔

ہم مغرب سے آنے والی ہر چیز کے مخالف نہیں، مگر کسی دوسری قوم کے وہ تہوار، جن کا تعلق کسی تہذیبی روایت سے ہو، انھیں قبول کرتے وقت بہت محتاط رہنا چاہیے۔ یہ تہوار اس لیے منائے جاتے ہیں تاکہ کچھ عقائد و تصورات انسانی معاشروں کے اندر پیوست ہو جائیں۔ مسلمان عیدالاضحیٰ کے تہوار پر حضرت ابراہیم کی خدا سے آخری درجہ کی وفاداری کی یاد مناتے ہیں۔ آج ہم ویلنٹائن ڈے مناتے ہیں تو گویا ہم اس نقطۂ نظر کو تسلیم کر رہے ہیں کہ مرد و عورت کے درمیان آزادانہ تعلق پر ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔ اہل مغرب کی طرح ہمیں اپنی بیٹیوں سے عصمت مطلوب نہیں۔ اپنے نوجوانوں سے ہم پاک دامنی کا مطالبہ نہیں کریں گے۔

کوئی ہندو عیدالاضحیٰ کے موقع پر گائے کو ذبح کر کے مسلمانوں کے ساتھ شامل ہونے کا تصور نہیں کر سکتا، لیکن ہندووں کی موجودہ نسل گائے کے تقدس سے بے نیاز ہو کر عید کی خوشیوں میں مسلمانوں کے ساتھ شریک ہو جائے تو عین ممکن ہے کہ ان کی اگلی نسلیں صبح سویرے مسلمانوں کے ساتھ گائیں ذبح کرنے لگیں۔ ٹھیک اسی طرح آج ہم ویلنٹائن ڈے پر خوشیاں منا رہے ہیں اور ہماری اگلی نسلیں حیا و عصمت کے ہر تصور کو ذبح کر کے ویلنٹائن ڈے منائیں گی۔

اسے دور کی کوڑی مت خیال کیجیے۔ ہماری موجودہ نسلیں صبح و شام اپنے گھروں میں مغربی فلمیں دیکھتی ہیں۔ عریاں اور فحش مناظر ان فلموں کی جان ہوتے ہیں۔ ان میں ہیرو اور ہیروئن شادی کے بندھن میں جڑے بغیر ان تمام مراحل سے گزر جاتے ہیں جن کا بیان میاں بیوی کے حوالے سے بھی ہمارے ہاں معیوب سمجھا جاتا ہے۔ ایسی فلمیں دیکھ دیکھ کر جو نسلیں جوان ہوں گی وہ ویلنٹائن ڈے کو ایسے نہیں منائیں گی جیسا کہ آج اسے منایا جا رہا ہے۔ جب وہ نسلیں اس دن کو منائیں گی تو خاندان کا ادارہ درہم برہم ہو جائے گا۔ اپنے باپ کا نام نہ جاننے والے بچوں سے معاشرہ بھر جائے گا۔ مائیں حیا کا درس دینے کے بجائے اپنی بچیوں کو مانع حمل طریقوں کی تربیت دیا کریں گی۔ سنگل پیرنٹ (Single Parent) کی نامانوس اصطلاح کی مصداق خواتین ہر دوسرے گھر میں نظر آئیں گی۔

آج سے چودہ سو برس قبل مدینہ کے تاج دار نے جو معاشرہ قائم کیا تھا اس کی بنیاد حیا پر رکھی گئی تھی۔ جس میں زنا کرنا ہی نہیں، اس کے اسباب پھیلانا بھی ایک جرم تھا۔ جس میں زنا ایک ایسی گالی تھا جو اگر کسی پاک دامن پر لگا دی جائے تو اسی کوڑے مارے جاتے تھے۔ جس میں عفت کے بغیر مرد و عورت کا معاشرہ میں جینا ممکن نہ تھا۔ اس

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

معاشرے کے بانی نے فیصلہ کر دیا تھا:

''جب تم حیا نہ کرو تو جو تمھارا جی چاہے کرو۔''

تاج دار مدینہ کے امتیوں نے کبھی حیا کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا، مگر اب لگتا ہے کہ امتی حیا کے اس بھاری بوجھ کو زیادہ دیر تک اٹھانے کے لیے تیار نہیں۔ اب وہ حیا نہیں کریں گے، بلکہ جو ان کا دل چاہے گا وہی کریں گے۔

ویلنٹائن ڈے کسی دوسرے تہوار کا نام نہیں۔ مسلمانوں کے لیے یہ وہ تہوار ہے جب امتی اپنے آقا کو بتاتے ہیں کہ ہم وہ کریں گے جو ہمارا دل چاہے گا۔

---

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

محمد بلال

میکروووژن(MACROVISION)

المورد کا آڈیو وڈیو پارٹمنٹ اب میکروووژن (MACROVISION) کے نام سے سے کام کر رہا ہے۔

میکروووژن کے پیش نظر ہے کہ اپنے تمام منصوبوں کو براڈ کاسٹ معیار پر ریکارڈ کیا جائے اور انھیں ٹی وی کے مختلف چینلز اور دیگر ذرائع پر نشر کیا جائے۔ اس کے پیش نظر فی الحال یہ منصوبے ہیں:

- المورد کے اہل علم کے دروس، لیکچرز، ورکشاپس اور مباحثے۔
- جناب جاوید احمد غامدی کا ترجمۂ قرآن۔
- میزان کی کلاسز کا از سر نو انعقاد۔
- دین و دانش کے مختلف موضوعات پر ٹاک شوز اور ڈاکومینٹریز۔

اس شعبے کی پروڈکشنز کے حقوق المورد کے پاس ہیں۔ البتہ اس کی کاپیاں بنانے اور ڈسٹری بیوشن کا حق اس شعبے کے پاس ہے۔ اس شعبے کی پروڈکشنز کا آغاز ۲۱ مئی ۲۰۰۴ سے جناب جاوید احمد غامدی کے ہفتہ وار درس قرآن و حدیث کی ریکارڈنگ سے ہوا تھا۔

وسائل کی کمی کے باعث ابھی تمام پیش نظر منصوبوں پر کام کا آغاز نہیں کیا جا سکا۔ ہماری دستیاب پروڈکشنز کی تفصیل درج ذیل ہے۔

درس قرآن و حدیث

جناب جاوید احمد غامدی نے ۲۷ جون ۲۰۰۴ سے سورۂ فاتحہ سے درس قرآن اور مسلم، کتاب الایمان سے درس

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

حدیث کا از سرِ نو آغاز کیا ہے۔اس وقت ابتدائی 8 دروس اور سوال و جواب کی نشستوں کی وی سی ڈیز دستیاب ہیں۔

دورانیہ فی نشست	تعداد سی ڈیز	قیمت فی نشست
ڈیڑھ گھنٹہ	2 عدد	100 روپے

اس کے علاوہ ان 8 ابتدائی دروس اور نشستوں کی سنگل آڈیو ایم پی تھری بھی دستیاب ہے۔اس کی قیمت 50 روپے ہے۔

حقیقت رمضان

2 عدد وی سی ڈیز پر مشتمل ''حقیقت رمضان'' کے نام سے ایک پروڈکشن دستیاب ہے۔اس میں مختلف خواتین و حضرات کی جناب جاوید احمد غامدی کے ساتھ روزہ، تراویح، تہجد، شب قدر، فطرانہ، اور عید الفطر کے بارے میں اصولی اور فقہی مسائل پر سوال و جواب پر مبنی گفتگو ریکارڈ کی گئی ہے۔اس کی قیمت 150 روپے ہے۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

زیر تکمیل منصوبے

ا۔اسلام اور فنون لطیفہ

پنجاب یونیورسٹی کے شعبۂ ابلاغیات نے ''اسلام اور فنون لطیفہ'' کے موضوع پر اپنے ہاں جناب جاوید احمد غامدی کے لیکچر کا اہتمام کیا۔لیکچر کے بعد غامدی صاحب نے اساتذہ اور طلبہ کے سوالات کے جوابات دیے۔میکرو وژن نے اس کی ریکارڈنگ کی۔اس وقت یہ کام ایڈیٹنگ کے مراحل سے گزر رہا ہے۔عنقریب اسے مختلف فارمیٹس میں پیش کر دیا جائے گا۔اسی طرح اسی موضوع پر ایک ڈاکومینٹری اور ٹاک شو کی ریکارڈنگ بھی کی گئی، جس میں جناب جاوید احمد غامدی کے علاوہ دین و دانش اور فنون لطیفہ سے متعلق اہم شخصیات کی گفتگو بھی شامل ہے۔یہ پروگرام ابھی ایڈیٹنگ، گرافکس اور اینی میشن کے مختلف مراحل سے گزر رہا ہے۔اس پروگرام کو بھی مختلف فارمیٹس میں پیش کیا جائے گا۔

۲۔ترجمۂ قرآن

جناب جاوید احمد غامدی کا سورۂ بقرہ کے ترجمہ کو باقاعدہ ملک بھر میں کسی ملکی سطح کی ریلزنگ کمپنی کے ذریعے سے ریلز کرنا۔

اس شعبہ کے ارکان یہ ہیں:

۱۔عمران کریم ۲۔محمد بلال ۳۔احمد بشیر طاہر ۴۔مولود شاہد ۵۔محمد ذاکر ۶۔محمد خالد ۷۔محمد انیس مفتی ۸۔آفتاب احمد نوشاہی۔اس شعبہ کے چیئرمین عمران کریم، ڈائریکٹر محمد بلال اور ٹیکنکل ڈائریکٹر احمد بشیر طاہر ہیں۔میکرووژن کا ای میل ایڈریس یہ ہے:macrovison@al-mawrid.org۔

عام فروخت

میکرووژن کی پروڈکشنز المورد (کی شاپ) اور دار التذکیر سے عام فروخت کے لیے دستیاب ہیں۔

المورد

احمد شیر

51 کے بلاک ماڈل ٹاؤن لاہور۔فون:5865145-5834306۔

ای میل:almawrid@brain.net.pk۔

دانش سرا، کراچی

ریحان احمد

فسٹ فلور، سنو وائٹ چیمبرز، بہادر آباد چورنگی، کراچی۔فون:4942445۔

ای میل:rehan_rafiq@yahoo.com۔

دار التذکیر

محمد احسن تہامی

رحمان مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور۔فون:7231119۔

ای میل:info@dar-ut-tazkeer.com۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org